

# امارت شریعہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

پچھلے اربعہ روز

ہفتہ وار

مدیر

مفتی محمد شفیع اعجازی

معاون

مولانا نضوان خان خیرپوری

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، ادارہ، یادوں کے چراغ
- کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
- بہدوں کے حقوق بھی ادا کرنے کی فکر کیجئے
- جہالت کی تاریکی سے اسلام کی روشنی تک
- مگر تم نے عبادت نہ کی، میں نے اسلام کیا۔۔۔
- دینی فریضہ کی ادائیگی کے بغیر مسائل حل نہیں ہو سکتے
- اخبار جہاں، بی سرگرمیاں، ہفت روزہ

شمارہ نمبر- 48

مورخہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء روز سوموار

جلد نمبر 64/74



## قاضی صاحب کی نگرانی میں ہونے والے علمی کام



”حضرت مولانا مفتی ظفر الدین مفتاحی سے بھی میں نے عرض کیا اور انہوں نے بھی کچھ قصہ فتاویٰ پر حوالوں کی تحقیق کا کام انجام دیا، یہ کام بالکل رک گیا تھا، لیکن عزیز گرامی قدر مولانا جنید عالم صاحب قاضی مفتی امارت شریعہ کے لیے دل سے دعا کرتی ہیں کہ انہوں نے اس کام کی تکمیل کے لیے غیر معمولی محنت کی اور میری انتہائی مشغول زندگی سے بھی کچھ نہ کچھ وقت اس کام کے لیے لیتے رہے۔

اب ہمارے عزیز نوجوان کی خدمت اور تحقیق کے ساتھ یہ فتاویٰ طاعت و اشاعت کی منزل تک پہنچ گیا۔“ (فتاویٰ امارت شریعہ جلد اول: ۲۵)

حضرت قاضی صاحب کی اس تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تحقیق وغیرہ کا علمی کام حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی انجام پذیر ہوا، پھر جب حضرت ”عزیز نوجوانوں“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مفتی جنید عالم ندوی قاضی کے علاوہ کچھ اور نوجوان بھی تھے جو حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی کام کی انجام دہی میں لگے ہوئے تھے، ظاہر ہے مفتی ظفر الدین مفتاحی کو کوشاں کر کے ”نوجوانوں“ کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہ جوانی کے مرحلے سے سب کے گزر چکے تھے۔

فتاویٰ امارت شریعہ کی جلد دوم پر جمع و تحفیہ کا کام ان کی نگرانی میں مولانا مفتی محمد سعید الرحمن قاضی موجود مفتی دارالافتاء امارت شریعہ نے انجام دیا تھا، حضرت قاضی صاحب نے فتاویٰ امارت شریعہ جلد دوم کے مقدمہ میں لکھا: ”اس جلد میں فتاویٰ کی موضوعات کے اعتبار سے تقسیم، ان کو انکشاف اور اکثر شامہ اور دور مسائل میں فقہی کتاب سے نکال کر حاشیہ پر تحریر کرنا اور ہر مرحلہ پر مجھ سے مشورہ کرنا، سب سے مشکل میری سخت بیماری اور اس کے ساتھ مشغولیت کے ساتھ میرا وقت لے لینا یہ سارا کام عزیز مفتی محمد سعید الرحمن قاضی دارالافتاء امارت شریعہ نے بہت محنت سے کیا، جنہوں نے فتاویٰ کی تربیت بھی دارالافتاء امارت شریعہ سے لی، مجھے خوشی ہے کہ ایک ذی صلاحیت نوجوان، علمی و تحقیقی کاموں کا ذوق اور اس کے اہم کاموں میں ان کی محنت کے اعتراف کے طور پر بھی میں نے مناسب سبھا کہ جمع و تحفیہ میں ان کا نام کتاب کے ہائیکل پر درج کیا جائے (جلد دوم، صفحہ ۳۰) گو حضرت کی خواہش کے مطابق ان کا نام ہائیکل پر درج نہیں ہو سکا، اندر کے صفحہ میں اسی عنوان سے شامل کر لیا گیا۔

ایک بڑا علمی کام حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاضی کا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے دور صدارت میں پہلے بار ”مجموعہ قوانین اسلامی“ کی طاعت ہے، یہ کام براہ راست امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی (م: ۱۹۹۲ء) کی زیر نگرانی مکمل ہوا، جس میں حضرت مولانا مفتی ظفر الدین مفتاحی، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاضی، مولانا براہ الدین سہیل، امیر شریعت سابق مولانا محمد ولی رحمانی، مولانا مفتی احمد علی سعید رحیم اللہ، مولانا مفتی احمد بسوئی، مولانا نعیم اختر ندوی، مولانا مفتی محمد نعمت اللہ مفتی امارت شریعہ ید محمد جم وغیرہ کی محنت شامل تھی، زبان و بیان کی درستگی اور تحقیق و تخریج پر نظر نہائی کا کام امیر شریعت سابق مولانا سعید محمد ولی رحمانی نے انجام دیا۔

مجموعہ قوانین اسلامی کی آخری خواندگی جس میں امیر شریعت سابق حضرت مولانا محمد ولی رحمانی (م: ۱۳ اپریل ۲۰۲۱ء) بھی شریک تھے، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاضی کی زیر نگرانی دفتر اسلامک فنڈ انڈیا کی طرف سے اکتوبر ۲۰۰۰ء میں مکمل ہوئی۔

اسلامی عدالت قاضی صاحب کی عظیم تصنیف ہے، جس کی نظیر اردو کے ذخیرہ کتاب میں دوسری نہیں ملتی، اس کتاب کے مسودات کی تھنڈ، حوالوں کی نقل، تحقیق و تخریج کا علمی کام بھی حضرت قاضی صاحب کی نگرانی میں انجام پایا، حضرت قاضی صاحب اسلامی عدالت کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاضی کا شمار بیسویں صدی کی عظیم اور عبقری شخصیات میں ہوتا ہے، ان کا علمی امتیاز، رجال کاری، رجال سازی اور ملت کے لیے دردمندی و فکر مندگی ضرب النمل تھی، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ ملی مسائل کی گفتگو کو بچھانے، مسند قضا سے مظلومین اور متاثرین کو انصاف فراہم کرنے، تعلیمی و ملی ادارے قائم کرنے میں گذرا، انہوں نے کئی فقہی علمی کتابیں خود بھی تصنیف کیں، کئی تعلیمی اور تحقیقی ادارے قائم کیے، جو آج بھی ان کے شروع کیے گئے علمی کاموں کو تسلسل فراہم کرتے ہیں، اس طرح حضرت قاضی صاحب کے علمی کاموں کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا وہ علمی کام جو حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ نے خود کیے، ان میں اسلامی عدالت، فتاویٰ امارت شریعہ، قضا، ایجاد، نضوان القضاء، عنوان الافتاء، مباحث فقہیہ، فقہ الاقلیات، مجلات فقہیہ وغیرہ کا نام لیا جاسکتا ہے، ان میں اسلامی عدالت، مباحث فقہیہ اور فقہ الاقلیات کا شمار ان کی اپنی تصنیف ہے، جب کہ فتاویٰ امارت جلد اول، قضا، ایجاد، آثار جہاد، نضوان القضاء، عنوان الافتاء میں حضرت نے تحقیق و ترتیب و دراستہ کا کام کیا ہے۔

دوسرا کام قاضی صاحب کا وہ ہے، جن کا تعلق علمی و تحقیقی اداروں کے قیام سے ہے، ان میں خاص کر اسلامک فنڈ انڈیا، انڈیا ایجوکیشنل سوسائٹی، دارالعلوم اسلامیہ امارت شریعہ، قاضی کاؤچ جالے وغیرہ کا نام لینا ضروری ہے، جس کو انہوں نے قائم کیا، مسائل شریعہ اور مجتہد فیہ مسائل میں اجتماعی غور و فکر، بحث و تحقیق کی بنیاد ڈالی، فقہی مقالات جو سینار میں آئے ان کو اپنی نگرانی میں مجلات کی شکل میں حضرت نے مرتب کر کے شائع کرایا اور آج بھی فقہی سیناروں میں جب ہم مسائل شریعہ پر غور کرتے ہیں اور بحث و تحقیق کر کے کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی نگرانی میں ہی یہ کام ہو رہا ہے اور ہمارے یہاں حلوں کی تعبیر کو صحیح نہیں ہے، لیکن مثل کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا مفتی محمد عبداللہ الاسعدی اور مفتی عتیق احمد بسوئی دامت برکاتہم کے اندر قاضی صاحب کی روح حلول کر گئی ہے اور وہی فتاویٰ اور ایسی طریقہ کار پر آج بھی یہ کام جاری و ساری ہے۔

قاضی صاحب نے جو علمی کام کیے ان میں ان کے کئی علمی مساعدا ہوا کرتے تھے، اس اعتبار سے کہ ان کتابوں کی تحقیق و دراستہ کا کام خود حضرت نے کیا ہے، وہ کتابیں ان کی تصنیف و تالیف ہیں اور اس اعتبار سے کہ کتاب کو آخری مرحلہ تک پہنچانے میں ان کے کئی علمی مساعدا تھے، یہ مساعدا جو بھی کام کرتے تھے وہ حضرت کی نگرانی میں ہی ہوا کرتا تھا، قاضی صاحب نے اپنے علمی مساعدا کا تذکرہ خود بھی ان کتابوں کے مقدمہ میں کیا ہے، عنوان القضاء، عنوان الافتاء کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”حينما اختم هذه المقدمة، يجب على ان اذكر الاخ المفتي محمد نسيم احمد قاسمي والاساذف هيمم اختر الندوي والاساذف احمد نادر القاسمي والاساذف محمد هشام الحق الندوي وغيرهم من الرفقاء والاخوان الذين كانوا اخير عون لي في هذا العمل الصعب، خاصة في النقل عن النسخ المخطوطة. والمقابلة فيما بينهما وتصحيح الاخطاء“ (ص: ۵۶)

فتاویٰ امارت شریعہ جلد اول و دوم کی ترتیب و تحقیق کا کام خود حضرت قاضی صاحب نے کیا، انہوں نے موضوعات کے اعتبار سے فتاویٰ کی ترتیب، لائیکل کی تخریج کا کام اور فتاویٰ پر ضروری نوٹس خود لکھے؛ لیکن اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کچھ دوسرے لوگ بھی آپ کی نگرانی میں اس علمی کام میں مشغول تھے، حضرت قاضی صاحب نے بڑے خلوص سے ان حضرات کے کام کا تذکرہ فتاویٰ امارت شریعہ جلد اول میں کیا ہے، لکھتے ہیں:

### اچھی باتیں

زندگی کی ساری بلندیوں رب کے آگے جھکنے سے ملتی ہیں، شہرت تو پانپنے سے بھی مل جاتی ہے، لیکن سکون اور عزت بس دین میں ہے، ہرے گھر سے لگنے والوں کا سب سے بڑا قدر دان ہیں، ہر وقت کے ساتھ چنانچہ ضروری نہیں، سچائی کے ساتھ چلنا، ایک وقت تمہارے ساتھ چلے گا، اگر زندگی میں موقع ملے تو ان لوگوں کا شکر یہ ضرور ادا کیجئے، جن کے رویہ کی وجہ سے آپ نے خود کو بدل ڈالا، ہر کوئی بھی کام بغیر کاوش کے مکمل نہیں ہوتا، کامیابی انہیں لوگوں کے قدم چومتی ہے جو آخر تک کوشاں رہتے ہیں۔ (عالم مطالعہ و شاہدہ)

### بلا تبصرہ

”کسی جمہوری ملک میں، چاہے وہاں جمہوریت برائے نام ہو یا حکومت جو چاہے کر سکتی ہو، لیکن جس سے کوئی حکومت ایسا قانون بنا لے جس سے کسی ایک مذہب یا فرقے کو نقصان پہنچا سکتا ہو، بلکہ کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتا ہے، جس سے کسی ایک مذہب یا فرقے کو فائدہ ہو، ہندوستان کی بدقسمتی ہے کہ یہ جمہوری ملک بھی ہے اور یہاں انہیں کے خلاف مسلم قانون پاس ہو رہے ہیں، حزب مخالف کی تمام طاقت اور عوامی احتجاج و مظاہرہ کو بھی کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، مسئلہ تین طلاق کا ہو، یا مساجد پر ہندوؤں کے چلنے کا، یا بیوی کی بد یاد رفت ترمیمی بل، سب کے پیچھے ہندوؤں کی نظر یہ کارفرما ہے اور جمہوری دستور کو کھینچ ڈالنے یا ایسا ہی (واحد منظم)

### شیطانی وساوس سے اپنے کو بچانے

”آپ کہہ دیجئے: میں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں، وسوسہ ڈالنے، پیچھے ہٹ جانے والے اور نظر آنے والے شیطاؤں کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جنوں میں سے ہو، یا انسانوں میں سے“ (سورہ ناس)

**وضاحت:** قرآن مجید کی سب سے پہلی سورہ، سورہ فاتحہ سے اور سب سے آخری سورہ سورۃ الناس سے، سورہ فاتحہ میں بندہ اپنے پروردگار سے استقامت و مدد اور رشد و ہدایت کی توفیق مانگتا ہے، تو اللہ فرماتے ہیں ”ذالک الكتاب“ قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالو اور یقین مانو اس سے تم کو ہدایت کی نعمت حاصل ہوگی، جب بندہ قرآن مجید کی تلاوت کو مکمل کر لیتا ہے تو اللہ آخر میں فرماتے ہیں کہ عمل صالح اور کار خیر میں مشہور و مقدموں کے ساتھ آج کے دن سے تم کو اللہ کی شیطانی وساوس سے پناہ مانگنے کی تاکید فرمائی، کیونکہ ہر لمحہ شیطانی انسانوں کو برائی پر ابھارتا رہتا ہے اور شرک کو ایسا خوشمنا بنا کر پیش کرتا ہے کہ بندہ اس کے دعووں میں آجاتا ہے اور گناہ کر بیٹھتا ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ ہر انسان کے دل میں دو گھر ہیں، ایک میں فرشتہ رہتا ہے اور دوسرے گھر میں شیطانی فرشتہ لوگوں کو نیکی کی رغبت دلاتا رہتا ہے اور شیطانی برے کاموں پر آمادہ کرتا ہے، جب انسان ذکر و تلاوت، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتا ہے تو پھر شیطانی برائیوں کے لئے وسوسہ ڈالتا ہے، علامہ ابن کثیر نے لکھا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطانی گھوڑا ہے، جو ہر قدم پر اس کو شیطانی لگا رہتا ہے کہ انسان کو تباہ و برباد کر دے، اول تو اس کو گناہوں کی رغبت دیتا ہے اور طرح طرح سے اس کو بہلا کر گناہوں کی طرف لے جاتا ہے، اگر اس میں کامیاب نہ ہو تو انسان جو طاعت و عبادت کرتا ہے، اس کو خراب اور ضائع کرنے کے لئے ریاضت و اور غرور و تکبر کے دوسوے دل میں ڈالتا ہے، علم والوں کے دلوں میں عقائد کے متعلق شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے شر سے وہی بچ سکتا ہے، جس کو



میں آیا ہے کہ شیطانی غفلت کی وسوسہ پیدا کرتا ہے، اگر پیچھے ہٹ جاتا ہے، یہ جنت تو ہوتے ہی ہیں، شیطانی آلہ کار بناتا ہے، میں دینی کامیابی کے انسان کے شیطانی جن میں ہی نہیں کرتے

سے، اس کے اپنے غلط نظریات، اس کی وجوہات اس کی قوت و تیز قوت ارادی اور قوت فیصلہ کو ہموار کرتی ہے اور باہر کے شیطانی ہی نہیں انسان کے اندر اس کے اپنے نفس کا شیطانی بھی اس کو بگاڑتا ہے۔

چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے آسان تعبیر میں لکھا کہ آج کل علم کے نام پر جو گمراہیاں پھیلانی جاری ہیں، سو کو معاشرتی نظام کے استحکام کے لئے لازم قرار دینا، قمار کو عالمی سطح پر رواج دینا، شریعت کے احکام کو انکار کر دینا، بنا تا وغیرہ یہ سب انسانی وساوس کی نشانی ہیں، جن کا فتنہ آج پوری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے، اس لئے صاحب امت کو ان فتنوں سے بھی اپنے دامن کو بچا کر رکھنا ہے، کیونکہ یہ سب انسانی حربے ہیں جو مسلمانوں پر آزمائے جا رہے ہیں۔

### تین باتیں نجات کی ضامن

”حضرت عامر بن جنتی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول نجات کی کیا صورت ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان پر قیام رکھو، نعمت اختیار کرو اور اپنی غلطیوں پر ندامت کے آسو بہاؤ“ (ترمذی شریف)

**مطلب:** صحابہ کرام نجات کی خردی کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے، اس لئے اپنے اعمال و کردار سے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگے رہتے، چنانچہ ایک دفعہ صحابی رسول نے آپ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر! ایامت کے دن نجات کی کیا صورت ہوگی، آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ۔ زبان پر قیام رکھو، ۲- قناعت پسندی کو اپنا شیوہ بناؤ، ۳- جو کبھی خطا سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ سے معافی کے خواستگار ہو جاؤ، اب اگر ان تینوں باتوں پر غور کیا جائے تو اس میں اسلام کی روح سامنے آئے گی، پہلی بات یہ ہے کہ زبان کا قیام میں رکھنے سے انسان بہت سے فتنوں و فساد اور گناہوں سے محفوظ رہے گا، یہ زبان دیکھنے میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، مگر بہت قیمتی، یہ نرم لختاری سے دلوں کو جوڑتا بھی ہے اور سخت کلامی سے گلہ زدل کو چھٹا پور بھی کرتا ہے، اگر یہی زبان ذکر الہی سے ترسے گی تو باعش نجات ہے اور اگر اس کو بے لگام چھوڑ دیا تو گناہ کا ذریعہ بھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات کے لئے دوسری بات یہ بھی کہ قناعت اختیار کرو، انسان اگر صرف اپنے پر راضی ہو جائے جو اس کی جان بچانے کے لئے دیکھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بڑھتے بڑھتے اس کے پورے دل کو گھیر لیتا ہے اور یہی وہ رنگ ہے جس کا اللہ نے ذکر فرمایا ”سکلا بل وان علی قلوبہم ما کانوا یکسبون“ یعنی ان کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کا رنگ چھا گیا ہے، پھر اگر وہ سچی تو بیکرتا ہے تو گناہوں کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں، ”النائب من الذنب کمن لا ذنب له“ گناہوں سے تو بیکرتا ہے، والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا، کیونکہ بندہ کہ تو بے اللہ کو خوشی ہوتی ہے، البتہ تو بے اللہ کو بے اللہ کو نیک کام کر لینا چاہئے، اللہ کا ارشاد ہے ”ان الحسنات یذهبن السیئات“ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں، اگر انسان سے کوئی گناہ ہو جائے تو بیکرتا ہے اور اس کے بعد کوئی نیک عمل کرے۔

### موبائل وغیرہ سے سیکھی یا فونو لینے کی شرعی حیثیت

**س:** تصویر کشی شریعت اسلام میں ناجائز ہے، اس کے باوجود آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ کیا عوام اور کیا خاص برائیوں کے ذریعے سے سیکھی اور فونو لیتا ہے اور تیز ویڈیو بھی بناتی جاتی ہے، دریاخت یہ ہے کہ کیا موبائل وغیرہ سے سیکھی یا فونو لینا اور جاندار کی ویڈیو بنانا از سر نو شرع جائز ہے؟

**ج:** بلا ضرورت شرعی اور بغیر کسی قانونی مجبوری کے جاندار کی تصویر بنانا یا کھینچنا یا کھینچانا، ویڈیو گرافی کرنا یا کرنا ناجائز و حرام ہے، حدیث پاک میں اس سلسلہ میں شدید وعید وارد ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا، ”ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون“ (الصحيح للبخاری: ۸۸۰/۲) تصویر خواہ جس طرح بھی لی جائے، بلا ضرورت شرعی جائز نہیں ہے، لہذا بلا ضرورت تصویر کشی سے احتراز لازم ہے، البتہ ضرورت کی اجازت ہے، مثلاً اسپورٹ، اٹھان، شہنشاہی کارڈ یا کسی سرکاری دستاویز کے لئے، اسی طرح تعلیمی، دینی، دعوتی مقاصد کے لئے نیز امت مسلمہ کو باطل افکار و نظریات سے بچانے کی خاطر انٹرنیٹ پر ویڈیو کی شکل میں مستند و مفید معلومات نشر کرنا وقت کی ضرورت ہے اور جائز ہے اور انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی مفید و صالح پروگرام کو افادہ عام کی خاطر ویڈیو کی شکل میں محفوظ کرنا بھی جائز ہے۔ ”الضرورات تبیح المحظورات“ (الاشباہ والنظائر: ۱۳۰) مزید دیکھئے (فتاویٰ اکیڈمی انڈیا کے فیصلے ۳۳/۳۳۳/۳۳۳/۳۳۳)

### دروزی کے پاس سے گم ہونے والے کپڑے کا حکم

**س:** ایک شخص نے دروزی کو کپڑے سے ملے کے لیے دیا اور پھر تاریخ پر کپڑے لینے کے لیے گیا تو دروزی نے کہا کہ آپ کے کپڑے گم ہو گئے ہیں، حالانکہ نردوکان میں چوری ہوئی ہے اور نردوکان کوئی دوسری آفت وغیرہ آئی ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ جس طرح دوسرے لوگوں کے کپڑوں کی حفاظت کرتے



طرح آپ کے کپڑوں کا بھی خیال کیا اس صورت میں اس سے دروزی کی حیثیت اجبر مشترک سے کوئی سامان چوری ہو جائے تو ایسی ایضاً ہرقہ اللہ علیہ کے قول تاوان نہیں ہے، لیکن موجودہ فقہان ہے اور لوگوں کے اموال کی عام ہے، ایسے حالات میں متاخرین فقہاء

و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق وجوب خان کا فونو دیا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں جبکہ مذکورہ دروزی کے یہاں کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا ہے، جس میں سامان کی حفاظت ممکن نہ ہو اور پھر کسی کپڑے اس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو کپڑے کی حفاظت میں غفلت اور لاپرواہی کی بنیاد پر اس پر کپڑے کا تاوان لازم ہے، ”و حکم الاجبر المשותرک ان ماہلک فی یدہ من غیر صنعة فلا ضمان علیہ فی قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، سواء هلک بأمر یسکن التحرز عنہ کالسرقة والغصب أو بأمر لا یسکن التحرز عنہ کالحرق والغالب والغارة الغالبیة والمسکابرة و قال ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ ان هلک بأمر یسکن التحرز عنہ فهو ضامن وان هلک بأمر لا یسکن التحرز عنہ فلا ضمان... و بقولہما یتفی الیوم لتغیر احوال الناس وبہ یحصل صیانة اموالہم کذا فی التبیین“ (الفتاویٰ الہندیة: ۵۰۰/۳)

### بیوی کے پیسے سے شوہر کا حج پر جانا

**س:** میں حج میں جانا چاہتی ہوں اور اپنے ساتھ اپنے خرچ سے شوہر کو بھی لے جانا چاہتی ہوں، شوہر کے پاس حج کی استطاعت نہیں ہے تو کیا شوہر بیوی کے خرچ سے حج پر جاسکتا ہے یا نہیں اور اس طرح حج کرنے سے ہم دونوں کا اجر دوگنا ہوگا یا نہیں؟

**ج:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت اپنے شوہر پر حرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہاں کوئی حرم نہ ہو، ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! میں فلاں لشکر میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں لیکن میری بیوی کا ارادہ حج کا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جا، ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لانسافر المرأة الا ذی محرم ولا یدخل علیہا رجل الا ومعہا محرم، فقال رجل یا رسول اللہ! انی ارید ان اخرج فی جیش کذا و کذا وامرأتی ترید الحج فقال اخرج معہا“ (صحيح البخاری: ۱۸۲۲، باب حج النساء) ”وقال علیہ الصلوٰة والسلام لانسافر المرأة مسیرة یومین الا معہا زوجہا او محرم“ (صحيح البخاری: ۱۹۹۵)

### مخٹ جانور کا گوشت فروخت کرنا

**س:** ایک قریبی اپنی دکان پر بکرے کے بیویوں میں مخٹ جانور (وہ جانور جو نہر نہ نماوہ) کو ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کرتا ہے، بشرط اس کا عیال جائز ہے یا نہیں؟ اور آمدنی حلال ہے یا نہیں؟

**ج:** بکرے کے بیویوں میں یا دوسرے حلال جانوروں میں جو جانور مخٹ ہو (نذر ہو نہ نماوہ) اس کی قربانی درست نہیں، البتہ اس کا گوشت کھانا اور تجارت کرنا شرعاً جائز و درست ہے، اس کی آمدنی بھی حلال ہے، ”ولا یخفی لآن لحمہا لا ینضج (لأن لحمہا لا ینضج) من باب سماع، وبہذا التعلیل ادفع ماوردہ ابن وہبان من أنها لا تلتخملوا ما ان تکون ذکراً أو أنثی وعلی کل تجوز“ (رد المحتار: ۴۰۹/۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



## مولانا عین الحق جوگیاوی

کے قریب ہو گئی تو 1925ء میں جمال بخش ساکن جوگیا ضلع بیتا مزہبی نے اپنی بڑی لڑکی سکینہ خاتون سے ان کا نکاح کر دیا اور اس طرح مولانا عین الحق صاحب جوگیا میں قیام پذیر ہو گئے بشرتی محلے میں ان کا مکان موٹی دیواروں اور گھیرے کے ساتھ انیس سو پچاسی تک تھا، اب ان کے وارثوں نے پرانے مکان سے الگ ہٹ کر اردو مڈل اسکول جوگیا سے متصل جنوب کی طرف بنا لیا ہے، ان کے پوتا مولانا مظاہر حسن عماد عاقب قاسمی اسی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں، جو ان دنوں جامعہ اسلامیہ شانتا پور کیمرالہ کے مقرر استاذ ہیں۔

مولانا مرحوم کو اللہ رب العزت نے دوسرے محلے سے دو بیٹے "ماسٹر حاجی مظفر حسین، مولانا اختر حسین قاسمی" اور ایک بیٹی "دعش النساء" عطا فرمایا تھا، وہ سب کے سب برگاہ الہی میں بیٹھ چکے ہیں، رحمہ اللہ رحمت واسعہ، مولانا کی وفات 3 محرم الحرام 1396ھ مطابق 1976ء کو تقریباً سو سال کی عمر میں ہوئی، نماز جنازہ حاجی یونس صاحب ساکن حسن پور برھوانے پڑھائی اور گڑھا قبرستان کے اونچے مشرقی حصے میں پاکڑ کے درخت کے نیچے حضرت مولانا عبد العزیز بھٹی کی قبر کے بغل میں دائیں طرف دو قبروں کے بعد مولانا کی تدفین عمل میں آئی، چون کہ اس گاؤں میں قبروں پر مٹی ڈالنے اور کتبہ لگانے کا عمومی مزاج نہیں ہے، اس لیے موروثی قبرستان کے ساتھ قبر نامہ نشان ہو گیا ہے۔

مولانا نے پوری زندگی ورع و تقویٰ اور اتجاہ سنت کے ساتھ گھڑا لاری، سماجی و معاشرتی مسائل کے حل میں اپنی صلاحیت کا خوب استعمال کرتے۔ ایسی بافضیلت شخصیات کے بارے میں ہمارے پاس اطلاع کم ہیں، اللہ رب العزت مولانا کی مغفرت فرمائیں اور اس خانوادہ کو سدا بہر ا بھرا رکھے۔

سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، مولانا کی عمر جب صرف چھ سال کی تھی تو والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، مولانا کرامت علی نے دوسری شادی کر لی، لیکن یہ دوسری اہلیہ مولانا عین الحق کی صحیح گھداشت نہیں کر پاتی تھیں، اس لیے چھ سال کی عمر میں مولانا عین الحق کو وہ اپنے ساتھ بنگال لے گئے، ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے مدرسہ حسنیہ جون پور میں داخلہ لیا، جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں کے رجسٹر میں درج تفصیل کے مطابق انہیں فاضل دارالعلوم لکھا ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو کہنا چاہیے کہ وہ قاسمی تھے۔

مولانا عین الحق نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مختلف جگہ درس و تدریس کے فرائض انجام دیے، ان میں سے گاڑھا پور پری کالمب بھی تھا، انہوں نے اپنی زندگی کے چھ سال بحیثیت استاذ جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں میں گزارا، اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد طیب کماڈی کی تحریر موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ 1346ھ سے 1352ھ تک مولانا نے یہاں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے۔ اشرف العلوم کے بعد ان کی بحالی آواپور اسکول میں ہو گئی اور جب تک قوی نے ساتھ دیا۔ وہ یہاں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مولانا نے دو شادیاں کیں، پہلی شادی نانی بانی رشتے میں ماموں کی لڑکی سے ہوئی تھی، وہ اہلیہ کے ساتھ کامل چلے گیا اس سے ایک یادو اولاد ہوئی تھی، جو کمسن ہی میں ذخیرہ آخرت بن گئے۔ مزاجی ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے یہ رشتہ طلاق پر ختم ہوا، 1920 میں کامل سے واپسی کے بعد انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ازدواجی زندگی پھر سے شروع کرنے کا خیال نہیں پیدا ہوا، عمر جب پچاس سال

بہت ساری شخصیتیں اپنی عقیدت، علمی عظمت اور وسیع خدمات کے باوجود ہماری نظروں سے اس قدر اوجھل ہیں کہ ان کے جسد خاکی کی طرح ان کے احوال و آچار پھر بھی گرد پڑ گئی ہے اور وہ اس طرح ہمارے ذہن و دماغ سے نکل گئے ہیں جیسے ہم نے ان کی خدمات کو بھی منوں مٹی کے بیچے دفن کر دیا ہو، ایسی ہی ایک شخصیت مولانا عین الحق بن مولانا کرامت علی بن بھورے میاں ساکن مادھوپور، بیلا برار ضلع بیتا مزہبی کی ہے، مولانا کی ولادت ان کے آبائی گاؤں بیلا برار میں 1296ھ مطابق 1876ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد آٹھ سال کی عمر میں راج شاہی چلے گیا مولانا کرامت علی اپنے وقت کے مشہور عامل اور صوفی تھے، راج شاہی بنگال (موجودہ بنگلہ دیش) مدرسہ حسنیہ میں استاذ تھے، اس لیے مولانا کی ابتدائی تعلیم یہیں ہوئی اور سن شعور تک کا وقت یہیں گزارا، بقول مولانا عزیز الرحمن قاسمی سابق استاذ ادارہ سبیل الشریعہ آواپور شاہ پور بیتا مزہبی انہیں سات زبانوں عربی فارسی، ہندی، بنگلہ، اردو، سنسکرت اور پشتو زبانوں میں مہارت تھی، وہ علم الحساب اور زمین کی پیمائش کے فن سے بھی پوری طرح واقف تھے، ان کی رفتار بھی غیر معمولی تھی، زمانہ پیدل چلنے کا تھا وہ دور دراز کا سفر عام لوگوں کی یہ نسبت چل کر جلد پورا کر لیا کرتے تھے، انہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے ملاقات اور کم از کم ایک رات ساتھ رہنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی، جب حضرت پوپر کی تشریف لائے تھے۔

مولانا عین الحق صاحب کی نانی بال شریف پور ضلع بیتا مزہبی تھا، جسے عام لوگ شرک پور بھی کہتے ہیں، یہ گاؤں ان کے آبائی گاؤں مادھوپور

(تہمہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

کتابوں کی دنیا کھ: ایڈیٹر کے قلم سے

## وقف ایکٹ میں ترمیم۔ کل اور آج

زین العابدین سابق لیکن کشر بہار نے اسے اپنی کتاب خطبات امیر شریعت میں شامل کیا، 1970ء سے اب تک خطبات کے چار ایڈیشن دارالاشاعت خانقاہ رحمانی موگیگر، فیصل بک ڈپو، بوند فرید بک ڈپو دہلی سے نکل چکے ہیں، سب میں یہ تقریر موجود ہے، الگ سے بھی اس تقریر کا ایڈیشن ابھی حال میں پینڈے شائع ہو کر شائقین کے ہاتھوں تک پہنچا تھا۔

کتاب پر حرف چند موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم اور ابتدا سے ما ستر محمد انوار احمد رحمانی کا ہے، اس طرح اس کتاب کا ایڈیشن ایک سو بارہ صفحات پر مشتمل ہے، کمپوزنگ مولانا محمد شارق رحمانی رحمانی، ناشر محمد ظفر اقبال رحمانی اور ملنے کا پیہ مرکز انوار الادب سکیو بیکو سرائے، مکتبہ امارت شریعہ بھولاری شریف، پینڈ اور دارالاشاعت خانقاہ رحمانی موگیگر درج ہے، قیمت مذکور نہیں ہے، مطلب صاف ہے کہ اسے مسلمانوں میں تقسیم کرنا ہے تاکہ ان میں بیداری لائی جا سکے، کاغذ، طبعیت، ناٹائل عمدہ، خوبصورت اور دیدہ زیب ہے، رہ گئی تحریریں تو ان اکابرین کی تحریروں پر مجھ جیسے چھوٹے انسان کے لیے کچھ لکھنا زیب نہیں دیتا، اسے عقیدت سے پڑھیے، محبت سے دماغوں میں محفوظ کیجئے اور جہد مسلسل کے جذبہ سے اسے عام کیجئے۔

البتہ ترتیب کے سلسلہ میں یہ چوک ماسٹر انوار احمد صاحب سے ہو گئی ہے کہ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کا جو مضمون کتاب میں دورے نمبر پر تقریب کے نام سے ڈالا گیا ہے اس کی یہ جگہ نہیں تھی، چونکہ یہ حضرت کی کتاب وقف ایکٹ میں ترمیم کے مرحلہ کا حصہ ہے، اس لیے اسے وہیں ہونا چاہیے، ماسٹر محمد انوار صاحب نے یقیناً اسے اسے شروع میں رکھ دیا ہے، حالانکہ کچھوں کو بے جگہ لکھنے والی کے دائرے میں آتا ہے، اکابر تحریروں کا یہ مجموعہ اس وقت کے لیے اسے بار بار پڑھنا چاہئے۔

اعجاز ارشد مرحوم کی مگرانی میں شائع کیا تھا، اسے حافظ امتیاز رحمانی نے مرتب کیا تھا اور یہ وقف ایکٹ میں ترمیم کے مرحلے کے نام سے شائع ہوا تھا، یہ حضرت کی انتہائی چشم کشا اور قوی سات مضامین کا مجموعہ تھا۔

2024 میں جب وقف ایکٹ میں ترمیم کا مرحلہ آیا تو صرف ایک سال میں اس کے چار ایڈیشن نکلا، راجی اور دارالاشاعت موگیگر سے شائع ہوئے، پہلے اور موگیگر والے ایڈیشن میں کوئی فرق نہیں ہے، لکھتا اور راجی ایڈیشن میں ابتدائی دوسروں کا ہے، بقیہ مضمون وہی ساتوں ہیں۔

اسی موقع سے ہمارے کرم فرما خانقاہ رحمانی موگیگر سے بیعت و ارشاد تعلق اور جاں شاری و جاں ساری کے بڑے مرتبہ پر فائز ماسٹر محمد انوار رحمانی رکن شوری امارت شریعہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو اس کے سنے ایڈیشن کا خیال آیا، چنانچہ انہوں نے اسے مزید جمع بنانے کے لیے انہوں نے ایک مضمون امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کا اسلامی اوقاف اور حصولی، ایک مضمون مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور ایک مضمون مولانا محمد عین محفوظ رحمانی کا بعنوان "وقف جائیدادوں کی حفاظت کے لیے آگے آئیں" شامل کیا۔

اسلامی اوقاف اور حصول حضرت امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی کی وہ پرمغز، دلکش اور مرکزہ الآرا باقر ہے جو انہوں نے اسمبلی میں اس بل کی مخالفت میں کیا تھا، جو 1937ء میں بہار اسمبلی میں ذرائع آمدنی پر ٹیکس لگانے کے لیے باوجودت زرائع لال نے پیش کیا تھا، یہ تقریر مولانا کی قانونی بیج و خم سے واقفیت، معاملہ فہمی، جرأت و دے باکی اور خصوص میں بروخ کی عمدہ مثال ہے، امیر شریعت رابع نے قرآن و احادیث سے اسلامی اوقاف کا ثبوت اور اس پر حصول ننگانے کی بات بھی قرآن سے ثابت کیا تھا۔

یہ تقریر پہلی بار 1939ء میں جناب عبدالرحمن عثمانی نے شائع کیا تھا، جناب

وقف ایکٹ میں ترمیمات پارلیامنٹ میں پیش ہونے کے بعد لوگوں میں اوقاف کے حوالہ سے شرعی اور قانونی پہلوں کے سمجھنے اور جاننے کی خواہش پیدا ہوئی جو ترمیمات پیش کی گئی تھی، اس سبب اثرات سے واقفیت کا عام کرنا بھی ضروری تھا، چنانچہ اس موضوع پر بہت ساری کتابیں مرتب کی گئیں اور ان میں وقف کے والدہ عالیہ کو سمجھانے اور ترمیم کے نتیجے میں اوقاف سے مسلمانوں کی بے دخلی کا تذکرہ کیا گیا، میں نے خود بھی وقف ترمیمی بل 2024 اندیشے و مضمرات کے عنوان سے ہر ترمیم کا جائزہ لیا جسے ملک کے اٹھارہ مؤقر اخباروں نے شائع کیا، اس موضوع پر میری ایک اوقاف اور اس کے متعلق شائع ہو کر آئی، جس میں تفصیل سے اسلام میں وقف کی اہمیت، ہمارے اوقاف، تحفظ اوقاف کے لیے امارت شریعہ کی خدمات اور ترمیمات کا جائزہ کے عنوان سے سیر حاصل بحث کی گئی اور تحفظ اوقاف کانفرنس کے موقع سے نور اردو لاہور میری حسن لکھی، کساما، ویٹالی نے اسے طبع کرنا کر بڑی تعداد میں تقسیم کیا، تحفظ اوقاف کانفرنس کے موقع سے ایک دوسری کتاب نظام اوقاف کے نام سے قائم مقام ناظم امارت شریعہ نے مرتب کر کے شریعہ و اشاعت امارت شریعہ سے شائع کیا، یہ کتاب بھی اس موقع سے تقسیم کی گئی، اس کے علاوہ بیورو مڈم، وقف ترمیمی بل 2024 بھی امارت شریعہ سے چھپوائی گئی، خود حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ہر ہر دفعات پر تفصیلی پرنٹیشن مرتب کیا اور ملک کی مختلف ریاستوں اور اضلاع میں اسے پیش کیا گیا، لیکن یہ سب اسامی کی بات ہے۔

لیکن اس حوالہ سے اویٹ حضرت امیر شریعت صالح مولانا محمد ولی رحمانی کی ان تحریروں کو حاصل ہے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 2013 میں وقف ایکٹ 1995 میں ترمیم کے مرحلہ میں لکھے اور اسے پہلی بار مارچ 2014 میں پیش فائونڈیشن آف انڈیا بھی مگر نئی دہلی نے مولانا

(مفتاح العلوم، مثنوی مولانا ناروم، ج: ۴، ص: ۳۷، دفتر اول، ہمدرد) (خطبات، ج: ۶)

**بزرگوں کی صحبت کا اثر:** حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح خلق کی توفیق خاص اور اس کا انتہائی حکیمانہ اسلوب مرحمت فرمایا تھا۔ اردو کے مشہور شاعر جناب گل مراد آبادی مرحوم کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجدد نے حضرت تھانوی سے ذکر کیا کہ گل مراد آبادی سے ایک مرتبہ میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تھانوی جانے اور زیارت کرنے کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں اس مصیبت میں مبتلا ہوں کہ شراب نہیں چھوڑ سکتا اس لئے مجبور ہوں کہ منڈے کرو ہاں جاؤں؟ حضرت نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ پھر آپ نے کیا جواب دیا؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ میں نے کہہ دیا ہاں یہ تو صحیح ہے ایسی حالت میں بزرگوں کے پاس جانا کیسے مناسب ہو سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: ”واہ خواجہ صاحب! ہم تو سمجھتے تھے کہ اب آپ طریق کو سمجھ گئے ہیں مگر معلوم ہوا کہ ہمارا خیال غلط تھا“ خواجہ صاحب نے تعجب پر حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیتے کہ ”جس حال میں ہوا میں چلے جاؤ، ممکن ہے کہ یہ ملاقات ہی اس بلا سے نجات کا ذریعہ بن جائے۔“

چنانچہ خواجہ صاحب یہاں سے واپس گئے تو پھر اتفاقاً جگر صاحب سے ملاقات ہو گئی اور یہ سارا واقعہ جگر صاحب کو سنایا انہوں نے حضرت کے یہ کلمات سن کر زار زار رونے شروع کر دیا اور بالآخر یہ عہد کر لیا کہ اب مریجی جاؤں تو اس خبیث چیز کے پاس نہ جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شراب چھوڑنے سے بیار پڑ گئے حالت میں نازک ہو گئی۔ اس وقت لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس حالت میں بقدر ضرورت پینے کی تو شریعت بھی اجازت دے گی، لیکن یہ جگر صاحب کا جگر تھا کہ اس کے باوجود انہوں نے اس ام الحیانت کو ہاتھ نہ لگایا۔ اللہ تعالیٰ اہل علم و ہمت کی مدد فرماتا ہے اس وقت بھی حق تعالیٰ کی مدد سے چند روز ہی میں شفا کامل حاصل ہوئی، اس کے بعد وہ تھانوی صاحب تشریف لائے اور حضرت نے ان کا بڑا اکرام فرمایا۔ (اکابر پر بند کیا تھے، ص: ۱۱۱)

**دستر خوان جہاز کے کا صحیح طریقہ:** حضرت سید اعتر

حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ”حضرت میاں صاحب“ کے نام سے مشہور تھے، بڑے عجیب و غریب بزرگ تھے، ان کی باتیں سن کر صحابہ کرام کے زمانے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، ایک مرتبہ ایک بزرگ ان کی خدمت میں گئے تو انہوں نے فرمایا کہ کھانے کا وقت ہے، آؤ کھانا کھاؤ، بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا، جب کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے دسترخوان کو پلینا شروع کیا تاکہ

میں جا کر دسترخوان جھاڑ دوں تو حضرت میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت دسترخوان جھاڑنے جا رہا ہوں، حضرت میاں صاحب نے پوچھا کہ دسترخوان جھاڑنا آتا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت دسترخوان جھاڑنا کونسا فن یا علم ہے جس کے لئے کاقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہو، باہر جا کر جھاڑ دوں گا، حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں تم سے پوچھا تھا کہ دسترخوان جھاڑنا آتا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ کہیں دسترخوان جھاڑنا نہیں آتا، میں نے کہا کہ پھر آگ کھادیں، فرمایا کہ ہاں دسترخوان جھاڑنا بھی آگیاں ہیں۔

پھر آپ نے اس دسترخوان کو دو بار کھولا اور اس دسترخوان پر جو بوتلیاں یا بوتلیوں کے ذرات تھے ان کو ایک طرف کیا اور روٹی کے ٹکڑوں کو ایک طرف کیا اور بڈیوں کو جن پر کچھ گوشت وغیرہ لگا ہوا تھا ان کو ایک طرف کیا اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات تھے، ان کو ایک طرف جمع کیا، پھر مجھ سے فرمایا کہ دیکھو، یہ چار چیزیں ہیں اور میرے یہاں ان چاروں چیزوں کی علاحدہ علاحدہ جگہ مقرر ہے، یہ جو بوتلیاں ہیں ان کی فلاں جگہ ہے، ملی کو معلوم ہے کہ کھانے کے بعد اس جگہ بوتلیاں رکھی جاتی ہیں، وہ آکر کھاتی ہے اور ان بڈیوں کے لئے جگہ مقرر ہے، محلے کے کتے کو وہ جگہ معلوم ہے، وہ آکر ان کو کھا لیتے ہیں اور یہ جو بوتلیوں کے ٹکڑے ہیں، ان کو اس آگد یوار پر رکھنا ہوں، یہاں پر بندے، جیل، کو آتے ہیں اور وہ ان کو اٹھا کر کھا لیتے ہیں۔ اور یہ جو روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں، تو میرے گھر میں بیٹوں کا مل ہے، ان کو اس مل کے پاس رکھ دیتا ہوں وہ چونیاں اس کو کھا لیتے ہیں، پھر فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا رزق ہے، اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں جانا چاہئے، اس دن ہمیں معلوم ہوا کہ دسترخوان جھاڑنا بھی آگیاں ہیں اور اس کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔

آج ہمارا یہ حال ہے کہ دسترخوان کو چاکر کوڑے دان کے اندر جھاڑ دیا، اللہ کے رزق کے احترام کو کوئی اہتمام نہیں، اسے یہ ساری اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ رزق پیدا کیا، اگر تم نہیں کھا سکتے تو کسی اور مخلوق کیلئے اس کو رکھ دو۔ (خطبات، ج: ۵)

**حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ:** حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ اپنے خطاب میں فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ جب مدرسے میں درس حدیث پاک دینے تشریف لے جاتے تو روزانہ نئے نئے حلوے ہونے پڑتے اور عطر لگاتے۔ جس راستے سے آپ گزرتے اس راستے میں خوب خوشبو پھیلی ہوئی ہوتی، چونکہ عوام الناس بھی درس سننے آتے تھے... تو خوشبو سے لوگ اندازہ کر لیتے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ درس دینے کیلئے تشریف لے گئے ہیں تو وہ جلدی جلدی چلنے لگے...

ایک دن آپ درس کیلئے تیار ہو رہے تھے کہ کسی ریاست کا نواب آگیا جو آپ کو اپنے ہاں لے جانا چاہتا تھا... آپ نے فرمایا درس سے فارغ ہو کر چلیں گے تو دوران تیاری جب طالب علم نے الماری سے خالص کستوری کی شیشی نکالی اس وقت اس کی قیمت ۹۰ روپے تھی وہ نواب سمجھا شاید کچھ کپاس کو لگا کر ان میں رکھیں گے... مگر طالب علم نے حسب معمول پوری شیشی پھینک دی کہ حضرت مدنی کے کپڑے اور بالوں اور داڑھی مبارک کو لگا دی نواب حیران ہوا... اس نے کہا حضرت یہ تو آئی شیشی ہے... فرمایا ہاں بھائی جس کیلئے لگاتا ہوں وہ خود انتظام کرتا ہے خیر نواب بھی درس میں شریک ہوا... درس سے فارغ ہو کر وہ موٹر میں حضرت کے لئے کر روانہ ہوا... درس حدیث کا اس کے دل پر کوئی ایسا اثر ہوا کہ دوران سفر کہتا ہے کہ حضرت جب تک میں زندہ ہوں یہ عطر کی خدمت میرے ذمہ ہے... ہر ماہ میں شیشیاں عطر کی پیش کیا کروں گا... حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ میاں! جس کیلئے لگاتا ہوں وہ خود انتظام فرمادیتے ہیں... آج میرے پاس یہ آخری شیشی تھی... سبحان اللہ

**یہ تھی حکومت:** ایک دن گرمی کی سخت دہر میں بلوچل رہی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہما جنگل کی طرف جا رہے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دور سے دیکھا تو پوچھا کیا لیا کہ امیر المومنین ہیں، قریب جا کر آواز دی کہ امیر المومنین! اس وقت سخت گرمی اور لو میں کہاں جا رہے ہیں، فرمایا، بیت المال کا ایک اونٹ ہم ہو گیا ہے، اس کی تلاش میں جا رہا ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ کسی خادم کو بیوں نہ بھیج دیا مگر قیامت میں تو سوال مجھ سے ہوگا، خادم نے نہ ہوگا، عرض کیا پھر تھوڑی دیر تو قف کے تشریف لے جائیے، ذرا گرمی کم ہو جائے، فرمایا ”سار جہنم اشد حرًا“، جنہم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے، یہ کہہ کر امی و حو پ اور لو میں جنگل تشریف لے گئے، تھی سلطنت!

ایک بار آپ مہر پر کھڑے ہوئے، خطبہ پڑھ رہے تھے، خطبہ میں فرمایا ”اسمعوا و اطیعوا“ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا ”لانسمع و لا نطیع“ آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا، آپ نے دو کپڑے پہن رکھے ہیں، جو مال غنیمت سے تقسیم ہوئے ہیں، مگر سب کے حصے میں تو ایک کپڑا آیا تھا، آپ نے دو کپڑے کیسے لئے؟ حضرت نے فرمایا پینک تم بچ کہتے ہو، اب عبداللہ! تم اس کا جواب دو، اس پر حضرت عبداللہ بن عمر کھڑے ہوئے اور کہا امیر المومنین کے پاس آج کوئی کپڑا انتہاء، یہ نہیں کرنا پڑھاتے تو میں نے اپنے حصے کا کپڑا ان کو عاریہ دیدیا ہے، اس طرح ان کے پاس دو کپڑے ہو گئے ہیں، جن میں سے ایک کی لنگی بنالی اور ایک کی چادر یہ جواب سن کر سائل رونے لگا اور کہا بڑا اکرام اللہ! آپ خطبہ پڑھیں، ہم سب کے اور اطاعت کریں گے۔

فائدہ: یہی ان حضرات کی حکومت کرنا تھا کہ ان پر روک ٹوک کرنے کو موجود تھا، ان کے یہاں خلافت اور حکومت کوئی راحت کی چیز نہ تھی، جس کی تمنا کی جائے، یہ شاہان دنیا کی بادشاہت نہ تھی کہ دن رات عیش و مستیاں کرتے ہیں۔

**حضرت علیؑ کے اخلاص کی حکایت:** ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے ایک یہودی کو عمر کے زکات

میں بچھاڑا اور ذبح کا ارادہ کیا، مرنے لگا تو اس کم بخت نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوکا، اب چاہئے تھا کہ حضرت علیؑ اس کو فوراً ہی ذبح کر ڈالتے مگر تھوکے

کے بعد آپ فوراً اسے چھوڑ دیا وہ یہودی بڑا متعجب ہوا کہ میری اس حرکت کے بعد تو ان کو چاہئے تھا کہ مجھے کسی طرح جیتا نہ چھوڑتے مگر انہوں نے برعکس معاملہ کیا، آخر اس سے نہ رہا کیا اور حضرت علیؑ نے اس کی وجہ پوچھی کہ آپ نے اگر مجھ کو کافر سمجھ کر قتل کرنا چاہتا تو تھوکے کے بعد کیوں رہا کر دیا، اس فعل سے نہ میرا کفر زائل ہوا نہ عادت سابقہ ختم ہوئی، بلکہ اور زیادہ ہو گئی تھی،

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ واقعی اس فعل کے بعد میرا رہا کر دینا بظاہر عجیب ہے، مگر بات یہ ہے کہ

اول جب میں نے تھوکہ پر حملہ کیا تو اس وقت بجز رضائے حق کے مجھے کچھ مطلوب نہ تھا اور جب تو نے مجھ پر تھوکا تو مجھے غصہ اور جوش انتقام پیدا ہوا، میں نے دیکھا کہ اب میرا تھوکہ قتل کرنا محض خدا کے لئے نہ ہوگا، بلکہ اس میں نفس کی بھی آمیزش ہوگی اور میں نے نہ چاہا کہ نفس کے لئے کام کر کے اپنے عمل کو ضائع کروں، اس لئے تجھے رہا کر دیا، وہ یہودی یہ سن کر فوراً مسلمان ہو گیا اور مجھ گیا کہ واقعی یہی مذہب حق ہے جس میں شرک سے اس درجہ نفرت دلائی گئی ہے کہ کوئی کام نفس کے لئے نہ کرے، بلکہ محض خدا کے لئے ہر کام کرے۔

فائدہ: دوسری اور تیسری بھی نفس کی آمیزش سے روکا گیا ہے۔

**کسب حلال:** حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عورت نے مسئلہ پوچھا کہ ایک روز حضرت بشر جانی گھر گھر میں تیل نہ تھا، ایک رئیس کی سواری شب کو مکان کے سامنے سے گذری، سلسلہ دراز تھا میں نے اپنے دروازہ میں بیٹھ کر اس روشنی میں چرہ چلایا، نہ معلوم وہ تیل حلال تھا یا حرام، اس سوت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، دریافت فرمایا کہ تم کو ہو؟ عرض کیا کہ میں بشر جانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن ہوں، فرمایا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو اجازت دے دیتا بشر جانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کو اجازت نہیں دے سکتا۔

**اخلاص کی قدر:** ایک بزرگ کسی دوسرے بزرگ کی ملاقات کے لئے گئے، پاس بچھ نہ تھا تبھی میں خیال ہوا کہ ضالی ہاتھ نہ جانا چاہئے، بچھ تو لے کر جانا چاہئے، راستہ میں دیکھا کہ دسترخوان پر سے کٹریاں سوکھ کر زمین پر پڑی ہیں ان کو جمع کر کے ایک ٹھڑی باندھ کر ان بزرگ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت کچھ کٹریاں لایا ہوں، حضرت کے یہاں ایک وقت کی روٹی ہی پک جائے گی وہ بزرگ اس بدیہی کسی قدر فرماتے ہیں اور خادم کو کھم دیتے ہیں کہ یہ چیز جب فی اللہ کی وجہ سے آئی ہے اس کی تحفیر نہ کرنا ویسے ہی مت جلا ذالنا بلکہ اس کو محفوظ رکھو، ہمارے مرنے کے بعد ہمارے غسل کا پانی ان سے گرم کرنا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا، خلوص ہوتو ایسا ہو، جیسا ان ٹہدی (ہدیہ پیش کرنے والے) کو تھا اور قدر ہوتو ایسی ہو جیسی ان ٹہدی ایسے کی۔

**دنیا کی خوب صورت مثال:** مولانا ناروی رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کے بارے میں ایک خوب صورت مثال دی ہے اور چمکا بات یہ ہے کہ اگر یہ بات ذہن میں ہو تو دنیا کے بارے میں کبھی غلط فہمی پیدا نہ ہو، وہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی مثال پانی جیسی ہے اور انسان کی مثال کشتی جیسی ہے، اگر کوئی کشتی پانی کے بغیر چلانا چاہے تو وہ نہیں چل سکتی، کوئی کشتی ایسی نہیں ہے جو پانی کے بغیر چل سکتی ہو، پانی کشتی کے لئے ناگزیر ہے، اسی طرح انسان دنیا کے مال و اسباب کے بغیر اور کھانے کمائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا لیکن آگے فرماتے ہیں کہ یہ پانی اس وقت تک کشتی لئے فائدہ مند ہے جب تک کہ وہ کشتی کے ارد گرد اور نیچے ہو، اگر یہ پانی کشتی کے اندر گس آئے تو وہ کشتی کے لئے فائدہ مند ہونے کے بجائے کشتی کو ڈوب دے گا تو مولانا ناروی فرماتے ہیں کہ دنیا جب تک انسان کے ارد گرد اور اس کے چاروں طرف ہے اور انسان اس سے اپنی ضروریات پوری کر رہا ہے، کھار رہا ہے، پنی رہا مگرا ہے، اس وقت وہ اس کے لئے بہترین سرمایہ زندگی ہے اور وہ خیر ہے اور ”فضل اللہ“ ہے، لیکن جس روز دنیا ارد گرد ڈھٹ کر دل کی کشتی میں اس طرح داخل ہوگی کہ ہر وقت اس کی محبت، اس کی نگرانی اس خیال اس طرح اس کے دل و دماغ پر چھا گیا کہ بس اب اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، اس کے سوا کوئی خیال نہیں آتا، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ دنیا تمہیں تباہ کر رہی ہے، پھر یہ دنیا ”متاع الغرور“ ہے پھر یہ دنیا ”تفتہ“ ہے، یہ دنیا سر و دار ہے اور اس کے طلب گار کتے ہیں، جو اس دنیا کو اپنے ارد گرد سے ہٹا کر اپنے دل کی کشتی میں سوار کر رہے ہیں۔

## بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے کی فکر کیجیے

مفتی محمد عاقب قاسمی خیر آبادی

کلیان سے ہو گیا کہ جو بھی حج کر لے اس کے سارے حقوق اور قرضے اور مظالم بلا خوف و خطر معاف ہو جائیں گے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ میت کے ترکہ میں سے لڑکیوں کا حصہ نہیں دیتے بلکہ بھائی ہی سب دیا بیٹھے ہیں

جو سراسر ظلم کرتے اور حرام کھاتے ہیں۔ حدیث میں ایسے لوگوں کے بارے میں سخت وعید ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کی باشت بجز زمین بھی ظلماً لے لیا قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے اتنی ہی زمین اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائے گی (بخاری و مسلم) بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنا حق باقی نہیں اور معاف کرانے سے معاف بھی کرا دیتی ہیں، جن نہ مانگنا اس بات کی دلیل نہیں کہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا اور جیسی جھوٹی معافی ہوتی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ہم کمانا تو ہے نہیں لہذا معافی ہی کر دیتی ہیں۔ اگر ان کا حصہ بانٹ کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے اور وہ اس کے باوجود معاف کر دیں تو معافی کا اعتبار ہوگا۔ رسی معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔

اسی طرح مہر کا بھی معاملہ ہے کہ مہر کی طور پر بیوی کے معاف کر دینے سے معاف نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنی خوشی سے معاف نہ کر دے۔ اگر اس نے یہ سمجھ کر زانیہ طور پر معاف کر دیا کہ معاف کروں یا نہ کروں ملتا تو ہے نہیں تو اس معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس بارے میں بھی یہی صورت ہے کہ ان کا مہر ان کے ہاتھ میں دے دیں پھر وہ اپنی خوشی سے معاف کر دیں اور بخش دیں تو وہ معاف ہوگا۔ بہت سے لوگ مذاق میں کسی چیز کو بیکر کھل دیتے ہیں پھر حقیقت میں وہ رکھ لیتے ہیں حالانکہ جس کی ملکیت ہوتی ہے وہ خوشی سے اس کو دینے پر راضی نہیں ہوتا لہذا اس طرح لینا حرام ہے اگرچہ صاحب خانہ لحاظ میں خاموش رہ جائے اور کچھ نہ کہے۔ الغرض جس کا کوئی حق تھا اپنے ذمے واجب ہو خواہ کسی سب سے ہو جلد از جلد اس کو ادا کر دے یا دینا میں اس کو معاف کر لے۔ اپنی عاقبتوں، نماز، روزہ، صدقہ اور حج کی مشغولیت سے دھوکہ نہ کھائے ورنہ قیامت کے دن اس کو ان حقوق کا حساب اپنی نیکیوں سے چکانا پڑے گا اور وہ حد مہذبہ کا پڑے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو مفسل کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم نہیں مفسل وہ ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال نہ ہو۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب شہ میری امت کا مفسل اور غریب شخص ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات لیکر آئے گا لیکن اس نے کسی کو لگا دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا حق مال کھایا ہوگا، کسی کا حق خون خرابا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا پھر اسے سب کے سامنے بٹھایا جائے گا اور اس کی نیکیاں اس سے لے کر حقوق والوں کو دے دی جائیں گی پھر اگر اس کے ظلموں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا یہ میری امت کا سب سے مفسل اور غریب آدمی ہوگا۔ (ترمذی)

نیز ایک اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی پر ظلم کر رکھا ہو یا اس کی بے عزتی کی ہو یا کوئی اور حق تلفی کی ہو تو آج ہی اس دن دنیا میں اس کا حق ادا کر دے یا معافی مانگ کر اس دن سے پہلے معاف کر لے جہاں نہ دینا ہوگا نہ درہم۔ پھر فرمایا اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر ظلم اس سے لے لی جائیں گی اور اس کا حق کو دے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں تو مظلوم کی برائیاں ظالم کے سر پر ڈال دی جائیں گی۔ (ترمذی) مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف روپیہ پیسہ دینا ہی ظلم نہیں بلکہ گالی دینا، تہمت لگانا، بیٹیا مارنا، بے پروائی کرنا بھی ظلم و زیادتی اور حق تلفی ہے۔ بہت سے دیکھاری کے مدعی ان باتوں سے ذرا بھی نہیں سمجھتے اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ حقوق العباد کو ضائع کرنے کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی فہرست میں کون کون سا اور مجرم لکھے جا رہے ہیں۔ اللہ رب العزت اگرچہ اپنے حقوق تو بدو استغفار سے معاف کر دیتا ہے کیا لیکن بندوں کے حقوق اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کو ادا نہ کر دیا جائے یا صاحب حق سے معاف نہ کرا لیا جائے۔ پس حسرت و انفوس سے اس شخص پر جو روز قیامت بہت ہی نیکیاں لے کر آئے مگر بے احتیاطی اور حق تلفی کی وجہ سے اپنی نیکیاں دوسروں کو دے کر اور دوسروں کے گناہ اپنے سر لے کر جہنم میں داخل ہو جائے۔

لہذا! کامل مسلمان بننے کے لئے اور اللہ رب العزت کی رحمت و مغفرت کا مستحق بننے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے حقوق کے ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کیے جائیں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ نماز، روزہ و دیگر عبادتوں اور فرائض کی پابندی کے باوجود رحمت و مغفرت الہی سے محرومی ہمارا مقدر بن جائے۔ ہمیں حقوق العباد کو اپنی ذمہ داری سمجھنے ہوتے ہیں معاملات کا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں ہماری طرف سے بندوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے۔ کہیں ہم دانستہ (جان بوجھ کر) یا نادانستہ (انجانہ میں) کسی کا حق تو نہیں مار رہے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو فوراً اس حق کی ادائیگی کی فکر کریں ورنہ قیامت کے دن ہر حال میں اس کا بدلہ دینا ہی ہوگا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے قیامت کے دن حقداروں کو ضرور ان کا حق دلا یا جائے گا یہاں تک کہ بے سببگ والی کبریٰ کو سببگ والی کبریٰ سے بھی بدلہ دلا دیا جائے گا۔ یعنی اگر سببگ والی کبریٰ نے بے سببگ والی کبریٰ کو مارا ہوگا تو قیامت کے دن اس کو بھی بدلہ دلا دیا جائے گا۔ (ترمذی) حقوق العباد ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے نیک صالح بندوں کی صفت ہے۔ کامل مسلمان ہمیشہ دوسروں کے حقوق دبانے یا انہیں تلف کرنے سے بچتا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت و لاپرواہی رہنے سے نہ صرف انسان کے اپنے معاملات الجھ جاتے ہیں بلکہ معاشرے کا امن و امان، چین و سکون بھی غارت ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتا رہے۔ تاکہ دنیا میں بھی سکون و عافیت نصیب ہو اور آخرت میں نوز و صلاح اور سعادت و کامرانی سے ہمکنار ہو۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کے قلوب میں حقوق العباد کی اہمیت و عظمت راسخ فرمادے اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا فرمادے اور ان کی ادائیگی کی توفیق سعید نصیب فرمادے تاکہ ہم سب حقوق العباد سے فارغ ہو کر دنیا سے رخصت ہوں۔ آمین

انسان کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے حقوق رکھے ہیں۔ ایک تو وہ حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے اوپر ہیں، جیسے ایمان لانا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا وغیرہ۔ دوسرے وہ حقوق اور

ذمہ داریاں ہیں جو ایک بندے کے دوسرے بندے پر عائد ہوتے ہیں۔ پہلے کو حقوق اللہ اور دوسرے کو حقوق العباد کہا جاتا ہے، ان دونوں حقوق میں حقوق العباد کو جو مقام اور اہمیت حاصل ہے وہ کسی باشعور انسان پر مخفی نہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر حقوق العباد کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس میں غفلت اور کوتاہی رہنے کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب اور سبب قرار دیا گیا ہے۔

حقوق العباد کا معاملہ نہایت اہم ہے۔ عام طور پر لوگ اس کی پروا نہیں کرتے۔ دین داری بس نماز اور ادائیگی میں رہ گئی۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی سزا نہ فرمائیں لے کر قیامت کے میدان میں پہنچے تو یہ اس سے بگاڑ جرم ہے کہ کسی بندے کا ایک حق اپنے ذمے لے کر میدان قیامت میں حاضر ہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کی کوتاہی کی معافی سے نامامد نہیں کیا لیکن بندوں کے حقوق کی معافی سے ضرور نامامد کر دیا ہے۔ یعنی اگر کسی بندے کی حق تلفی یا اس پر ظلم و زیادتی ہو جائے تو اس کی معافی اور سببگوشی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے نیاز ہے، ان سے معافی کی امید رکھی جائے لیکن بندے کو کچھ محتاج ہیں اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی کا دھیان رکھنا اور حقوق العباد سے پاک ہو کر جانا بہت زیادہ اہم اور نہایت ضروری ہے۔ بندوں سے وہاں معاف کرانے کی امید رکھنا بیوقوفی ہے۔ بندے وہاں محتاج ہوں گے، کسپری کا عالم ہوگا، ذرا سا سہارا تلاش کرتے ہوں گے اور ہر صاحب حق اپنا پورا حق وصول کرنا چاہے گا اس لئے ہر صاحب حق کا حق اسی دنیا میں ادا کر دینا یا اس کی معافی اور تلافی کر لینا ضروری ہے ورنہ نیک قیامت کے دن اس کا معاملہ بڑا ہی پرخطر اور عبرت ناک ہوگا۔

ہم اپنے سماج اور گرد و پیش پر حسب حالات ڈالے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ عبادات و بندگی، ذکر و نماز میں کافی دلچسپی رکھتے ہیں اور بڑے انتہا سے عبادت کرتے ہیں مگر بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں ان سے بڑی کوتاہی و سستی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر بہت سے لوگ قرض لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ ضرورت بلا ضرورت قرض لینے رہتے ہیں اور جب بہت سے قرض چڑھ جاتے ہیں تو ڈھیفہ ہوجاتا ہے، ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں جہاں سے قرض مل سکتا ہے، جہاں کہیں سنے آئی سے میل جول ہوا اس سے داغ دیا، اب وہ بیچارہ آگے پیچھے پھرتا ہے، ادائیگی کا نام نہیں لے رہے۔ بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو بیچتے ہیں کہ قرض حاصل کرنا بھی کمائی کا ایک ذریعہ ہے، وہ اپنی حاجت و ضرورت کا مظاہرہ کر کے دوسروں کو یہ یاد کرتے ہیں کہ جیسے وہ مالی بحران میں اور اس طرح کی حلیہ گیری کا سہارا لے کر قرض حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر جب وہ حاصل کر لیتے ہیں تو واپس کرنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا حالانکہ اگر کسی شخص نے کسی کا ایک روپیہ بھی مار لیا اور واپس نہیں کیا اور نہ ہی معاف کرایا تو اس کو سزا موصول نمازوں کا ثواب دینا پڑے گا۔ عوامی شہادتیں اللہ العزت میں لکھتے ہیں اگر صاحب حق نے اپنا حق معاف نہیں کیا تو ایک واقعہ (جو درہم کا پھنسا حصہ ہوتا ہے) کے بدلے اس کی سات سو تینوں نمازیں لے لی جائیں گی اور صاحب حق کو دے دی جائیں گی (الدر المختار ج ۲ ص ۱۵۲)۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ لوگوں سے سامان تجارت یا کوئی مال وغیرہ خریدتے ہیں پھر رقم کی ادائیگی کا نام بھی نہیں لیتے۔ جب مالک اپنی رقم لینے آتا ہے تو اس کی صورت بھی دیکھتا اور انہیں کرتے، اس کو دیکھا اور بخرا چڑھ گیا۔ بعض تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا جو چاہے ہو کرو، جب کہ قرض بہت ہی بھاری میں لینا چاہئے اور انتظام ہوتے ہی فوراً ادا کرنا چاہئے۔ قرض کی ادائیگی کا انتظام ہونے کے باوجود ادا نہ کرنا ظلم ہے۔ حدیث میں ہے مَطْلُ الْعَيْنِ ظَلْمٌ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے پاس ادائیگی کا انتظام ہو اس کا مال منول کرنا قرض ادا نہ کرنا یہ ظلم کی بات ہے (مسلم) جس شخص نے نیکی کی اور تمہاری ضرورت کے وقت کام آیا اور ادھار دے دیا اس کو یہ سزا دے رہے ہو کہ تقاضوں کے لئے بار بار آنے اور واپس چلا جائے اور انتظام ہونے کے باوجود نہ دیا جائے شرعاً و عقلاً ظلم ہے۔ ایک دوسری روایت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا (مسلم) دیکھو شہادت کتنی بڑی نیکی ہے، جان تک دے دی اس سے بڑھ کر کیا ہوگا لیکن حقوق العباد بھی معاف نہیں۔

بہت سے لوگ اس خیال میں رہتے ہیں کہ حج کر لیا ہے لہذا سب گناہ معاف ہو گئے ہیں کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں بندوں کے حقوق معاف ہونے کی دعا کی تھی اور وہ دعا قبول بھی ہو گئی اس لئے ان حقوق کی ادائیگی نہ کی تو کچھ حرج نہیں۔ حدیث کا یہ مطلب سمجھ لینا نہیں شیطان کا دھوکہ ہے۔ حدیث پاک کا یہ مطلب بالکل نہیں حج کرنے سے سارے حقوق العباد ختم ہو جائیں گے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرات صحابہ حج کرنے کے بعد لوگوں کے اموال مار لیا کرتے اور خوب غصب کرتے اور بیجا لوگوں کی مار چٹائی کرتے اس یقین پر کہ سب کچھ معاف ہے خوب جنتی ہیں مگر حضرت صحابہ نے حدیث کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ خوب لوگوں کے حقوق مارو اور قدرت ہونے کے باوجود حقوق کی ادائیگی کرو، نہ معافی مانگ کر معاملہ صاف کرو۔ اگر کسی نادان اور جاہل نے حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ حقوق دیا، مال مارو، لوگوں پر اچھی طرح ظلم ڈھاؤ پھر ایک حج کر کے پاک صاف ہو جاؤ تو یہ اس کی اپنی جہالت و نادانی ہے۔ حدیث کا مطلب صرف اتنا ہے کہ عرفات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں یہ دعا کی اے اللہ اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت دے دیں اور ظالم کو معاف فرمادیں۔ یہ دعا عرفات میں قبول نہیں ہوتی پھر حج کو مزہ دینا میں سبی دعا کی توفیق ہو گئی۔

اس حدیث میں یہ کہا ہے کہ جو بھی کوئی شخص حج کر لیا اس کے ذمہ جتنے بھی لوگوں کے حقوق و قرضے ہوں گے اور جو کچھ بھی مظلوم کئے ہوں گے وہ سب حج کرنے سے معاف ہو جائیں گے اور آخرت میں کوئی پیکڑ اور حساب و کتاب نہیں ہوگا۔ حدیث میں تو صرف اتنی بات ہے کہ اللہ چاہیں تو مظلوم کو اپنے پاس سے جنت دے دیں اور ظالم کی مغفرت فرمادیں۔ معلوم ہوا کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ چاہیں بخش دیں اور چاہیں سزا دیں پھر یہ یقین کامل

# جہالت کی تاریکی سے اسلام کی روشنی کی طرف

## مفتی محمد یاسر قاسمی

لئے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

الغرض اسلام نے عورت کو خصوصی مقام دیا ہے، اسی لئے اس کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں اسے گھر کی ملکہ ہونے کا شرف حاصل ہے، عورت کو ہر میدان میں ذمہ داریاں ملیں اور اس کو سائنس و خوبی نمایا، وہ مرد کو بہت دلانے والی، اس کی مددگار اور اس کے غم کو بھلانے والی ہے، اور اللہ کے راستے میں بھی اس کی جدوجہد کے نقوش ثبت ہیں، حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ قربانی کے یادیں؟ جنہوں نے ابو جہل لعین کی سختیوں کا پامردی سے مقابلہ کیا اور ابو جہل کی برہمگی کے وارے اسلام میں سب سے پہلے مقام شہادت حاصل کیا، مگر ان کے لذت جگر عمار رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھایا جب ابو جہل معرکہ بدر میں ذلت و کبوت کے ساتھ بے یار و مددگار منتقل ہوا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے ہیں اور عمار رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اسے عمار! اللہ تعالیٰ نے تیری ماں کے قاتل کو مار ڈالا۔

علم حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فراست، حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی شجاعت، ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت، اس دور کی خواتین کو آواز دینی ہیں کہ وہ بھی اسلام کی سر بلندی اور اس کی اشاعت میں اپنا کردار نبھائیں۔ قرون اولیٰ کی خواتین کے کارناموں سے دنیا سے جاہلیت کا دور ختم ہوا، مگر دور حاضر کی چمک دمک، حرص و ہوس، حیاء سوزی اور بے حیائی، عصمت فروشی اور بے غیرتی نے اسلامی تقدار اور اسلامی اخلاق کو فرسودہ قرار دے کر ناقابل عمل بنا دیا، جس حجاب کے ذریعہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو عزت و عظمت عطا کیا تھا، آج وہ سروں سے اتر رہے ہیں۔

دور صحابہ میں غیرت کا یہ عالم تھا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سب کھاری ہیں، غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہی سب غلام کو دیتی ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو سخت ناگوار لگتا ہے، غیرت آتی ہے اور بیوی کی سخت سرزنش کرتے ہیں، اس طرح کے ان گنت واقعات ہیں، مگر افسوس آج تو خواتین خیروں کے ساتھ شادی رچانے کے فریاد میں ہیں، بلا حرم شرعی دور دراز خطوں اور علاقوں کا قصد کرنا ایک عام بات ہو چکی ہے، نا حرم ذرا بیوروں کے ساتھ آجانا، بازاروں میں گھومتے رہنا، چند کوڑیوں کی خاطر اپنی آبرو کو بیلا کرنا، گھر کی چہار دیواری سے نکلنے وقت زیب و زینت اور فریوم لگا کر غیرتوں کو دعویت نظر دینا اور اپنی طرف مائل کرنا دور حاضر کی ماؤں خواتین کا مشغلہ بنتا جا رہا ہے، کوچنگ بینرز کی مخلوق اور نیا نیا ایک خاتون مسلم کو زیب نہیں دیتیں۔

یقیناً حیاء زندگی اور حیات ہے، حیاء خاتون کی حفاظت ہے، حجاب شرعی میں اس کی خوداری عیاں ہے، بے حیائی عورت کے لئے موت ہے، بے حیائی اس کی قدر و منزلت کو کھٹاتی ہے، عصمت فروشی اسے خاتون جنت کی صف سے نکال کر خاتون جہنم بنا دیتی ہے، نام نہاد ترقی کے علم بردار مسلم خاتون کے ہمدرد نہیں بلکہ ہزرن ہیں، اس لئے جہالت کی تاریکی سے نکل کر اسلام کی روشنی کی طرف آج آئے۔

## یقین جانئے! سادگی میں زندگی کا سکون ہے

### عائشہ آبشار احمد

کے پھل ہمیشہ شیریں ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات و دنیاوی زندگی کی عارضی نوعیت اور آخرت کی لازوال فطرت پر زور دیتی ہے۔ سادہ وضع میں رہنا خلق ایمان میں سے ہے۔ سادگی مخفی رحمانات سے نکلے اور سادہ زندگی گزارنے کی ترغیب ہے۔ یہی انسان کی فلاح اور کامرانی کی ضمانت ہے۔ کسی دانائے کہا ہے کہ سادگی بھی انسان کو اس کے وجود اور خدا سے قرب کر دیتی ہے اور آدمی کی مشقتوں سے بچ جاتا ہے۔ خواتین کا رول یہاں سب سے اہم ہے انہیں چاہئے کہ سادگی کو اپنانے کے لئے عملی اقدامات کریں:

☆ صرف ضروری اور فائدہ مند اشیاء ہی خریدنے کی کوشش کریں۔ ذخیرہ اندوزی اور مادی سامان کو غیر ضروری جمع کرنے سے پرہیز کریں۔ ☆ فضول خرچی سے بچنے ہوئے خوراک اور پانی جیسے وسائل کو احتیاط سے استعمال کریں۔ ☆ تعلقات پر توجہ مرکوز کریں۔ مادی حصول پر باعنی تعلقات کو ترجیح دیں۔ کیونکہ سروں میں مشغول رہیں۔ ☆ کھانے پینے میں بھی سادہ غذا کا استعمال کریں جس سے ہماری صحت بہتر رہے اور امراض سے محفوظ رہیں۔ ☆ شادی بیاہ کے معاملات میں بھی تصنع، بناوٹ، ہلکھلافت اور فضول خرچی کی وجہ سے ہمارا سماج کئی مسائل کا شکار ہے اگر ہم سادگی کو اپنائیں تو کئی پریشانیوں اور مشکلات سے بچ سکتے ہیں۔ ہمارا وقت، توانائی اور سرمایہ بچے گا اور اس وقت اور توانائی کا استعمال ہم مثبت سرگرمیوں میں کر سکتے ہیں اور پریشانیوں اور مشکلات سے بچ سکتے ہیں۔ ☆ روحانی مشقتوں جیسے عبادات، قرآن کی تلاوت، اذکار، غور و فکر کے لئے وقت نکالیں۔ یہ اندرونی سکون اور اطمینان کو فروغ دیتی ہیں۔ ☆ اپنی اولادوں کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ سادہ زندگی کو ترجیح دیں اور پیسہ کمانے، آسائشوں اور عیشیوں کا سامان بنانے والے نہ بنیں بلکہ ہر حال میں شکر ادا کرنے والے، دینے والے، بانٹ کر کھانے والے بنیں۔ حساس دل والے بنیں۔ ☆ خواتین کے اجتماعات میں جائیں۔ وہاں بھی معلومات کی ترسیل اور مصلح سے اکتساب کا احتساب کریں۔ اسلام سادگی کو پسند کرتا ہے۔ ضروری ہے کہ آپ اپنی منفرد خصوصیات کو قائم رکھتے ہوئے پاکیزگی و خوبصورتی اختیار کریں۔ زیب و زینت کیلئے غیر ضروری فیشن پرستی سے دور رہیں۔

اسلام نے عورت کو ایک ایسا مقام دیا جس سے جاہلیت کی سختی بلکتی عورتیں نا آشنا تھیں، جاہلیت کے دور میں عورت ایک سامان کی طرح بازاروں کی زینت تھی، اسے لاکر فروخت کر دیا جاتا تھا، عورت کو خنوس ذات سمجھا جاتا تھا، اس کی کوئی وقعت نہ تھی، لوگ اس کے مرنے کے بعد اس کی میراث کے حق دار تو ہوتے تھے مگر وہ کسی کی وارث نہیں بن پاتی تھی نہ وہ ملکہ تھی نہ مالکہ۔ عورت کی مرضی کے بغیر اس کا شوہر اس کے مال میں تصرف کرنے کے لئے آزاد ہوا کرتا تھا، مگر عورت کو شوہر کے مال میں تصرف کا کوئی حق نہیں تھا، عورت کے بارے میں کھلیا سوچ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض روپیوں کا یہ گمان تھا کہ عورت ایک ناپاک حیوان ہے جو مرد کے لئے خادم بنا کر پیدا کی گئی، اسے ہسنے کی بھی اجازت نہ تھی، دور جاہلیت میں باپ کو اجازت تھی کہ اپنی بیٹی کو فروخت کر دے بلکہ اسے قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے کا پورا اختیار ہوا کرتا تھا۔ بیٹی کی ولادت پر اس کا چہرہ بگڑ جاتا اور وہ اس کو ختم کرنے کے لئے بے قرار ہوا کرتا تھا یہودیوں کے یہاں حائضہ عورت اتنی ناپاک تھی کہ جس کو ہاتھ لگا لے وہ ناپاک ہو جاتا تھا اور اس کا برتن الگ کر دیتے تھے، ہمارے ہندوستان میں عورت کی حالت اور بھی زیادہ ستم و ناظرانی ہے، چنانچہ شوہر کے مرنے کے بعد زندہ عورت کو اس کے شوہر کی چتا میں جلانا عام اور رائج تھا۔

آج بھی ہندوستان میں اس طرح کے واقعات گاہے گاہے رونما ہوتے رہتے ہیں، اور بعض نصاریٰ کا یہ گمان تھا کہ عورت ہر حیصیت کا سرچشمہ اور بیخ ہے اور برائی کی جڑ ہے اور عورت مرد کے لئے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے مگر یہ سب جاہلیت کی باتیں ہیں، اس وقت کی باتیں جب اسلام کی ضیاء پاش کر میں خلعت کدہ لکتی پر نہیں پڑی تھیں مگر اسلام کے آنے ہی خلعت کی دیبہ چادریں تار تار ہو گئیں اور دنیا نور سے بھر گئی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو ذلت و کبوت سے نکال کر رفعت و بلندی پر پہنچایا، چنانچہ کبھی تو عورت سے مردوں سے الگ بیعت کرتے نظر آتے ہیں، اور عورت کو بھی احکام کا اس طرح مکلف بنایا جاتا ہے جس طرح مردوں کو مکلف بنایا جاتا ہے، گرچہ عورتوں کے کچھ مخصوص احکام اور مسائل بھی ہیں، جن میں ان کی طبیعت و فطرت کے مطابق رعایات دی گئی ہیں، قرآن میں سورہ نازل ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بابرکت کلمہ جاری ہوتا ہے ”عورتیں مردوں کی طرح ہیں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشہور خطبہ میں گویا ہوتے ہیں ”عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کی نصیحت قبول کرو“ کبھی عورت کی شان اور عورت کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کی شان کو بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے سب سے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے سب سے بہتر ہوں“ بچیوں کی پرورش پر زور دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس نے دو بچیوں کی بالغ ہونے تک پرورش کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا دیا“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے ساتھ صلہ رحمی کو باپ کی صلہ رحمی پر مقدم فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے نکلنے کا ارادہ رکھنے والے صحابی سے فرمایا، اپنی ماں کی خدمت کرو اس

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس عظیم اور حسین کائنات کو نہایت توازن، تناسب اور ترتیب سے بنایا ہے۔ کائنات میں جو رعنائی اور کشش نظر آتی ہے وہ اس کے اعتدال اور توازن ہی کی وجہ سے ہے۔ اسلام نے مسلمان کی ذاتی، عملی زندگی سے متعلق بہت سی ہدایات دی ہیں۔ یہ ہدایت عبادات کے ساتھ ساتھ کھانے پینے، رہنے بسنے، لباس، خواہشات، معاملات وغیرہ سے متعلق ہیں، جن کی پیروی کر کے انسان اپنا پسندیدہ سے بچ جاتا ہے۔ ان اسلامی ہدایات پر بندوں کو عمل کرنا بھی آسان ہے اعتدال پر قائم رہنے میں دنیا کا سن بھی ہے اور یہ خالق کائنات کو مطلوب و محبوب ہے۔ شرم و حیا اسلام کا زیور ہے، اسلام دین فطرت ہے جو ہمیشہ انسانیت کی بھلائی اور عظمت و تعظیم کا درس دیتا ہے۔ فیشن دور حاضر کا وہ جدوجہد، تجربہ، انگریز نام ہے جس کی آڑ میں عریانی اور مادیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

فیشن کی وجہ سے تقلیدی اور مروج ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے اور تخلیقی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ لوگ ایک تصوراتی دنیا آباد کر لیتے ہیں اس طرح وہ خود سے اور حقیقت سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں خود پسندی اور احساس برتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ فیشن پرست انسان حسب منشا سے حاصل نہ ہونے پر مایوسی اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایک مومنہ خاتون کے کردار کا بہتر نمونہ ہے جو اپنے خاں کا اسلام میں موجود ہے جو اپنے خاں کی معمار ہیں ہماری تہذیب کی جڑ ہیں۔ اس کی گود میں اولاد دیتی اور سنورتی ہے جو دولت سے اور تمام چیزوں سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ نسوں کو مضبوط اور امانت دار بنانے کیلئے صحیح اسلامی تربیت کی شدید ضرورت ہے اگر عورت اپنا یہ فرض احسن طریقے سے انجام دے اور اولاد کی تربیت کا حق ادا کر دے تو اسلامی معاشرہ پھر سے مضبوط اور مستحکم بن جائے گا اور ملت کیلئے سایہ دار اور ثمر آور درخت بن سکتا ہے۔ خواتین کو چاہئے کہ پہلے خود سے شروع کر دیں۔ فیشن کی رہیں میں آگے نکلنے کے بجائے خود بھیجیں اور اپنی ساتھی خواتین کو بھی بچائیں۔ رنگ اور ڈیزائن کرنے والی چیزیں لباس، زیور، میک اپ نہیں ہے بلکہ اخلاق و اعمال ہی ہوتے ہیں۔ جب محفل میں بیٹھیں تو مادی چیزوں جیسے ہینگے ملبوسات، گاڑی، گھڑی، جیولری اور ایسی ہینگے چیزوں کے ذکر سے بچیں۔

اپنے گھر کو خوشی و مسرت کا گوارہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ یاد رہے کہ تربیت کے بیخ تلخ ہوتے ہیں مگر ان





## ملک میں یک جہتی کو فروغ دینے کے لیے آزاد سماج پارٹی کے قومی صدر اور بودھ پیشواؤں کے ساتھ حضرت امیر شریعت کا تبادلہ خیال

اس وقت ملک میں نفرت، تشدد اور پسماندہ طبقات کے ساتھ ہو رہی نا انصافی اور ظلم و زیادتی پر ملک کا دانشور طبقہ نہایت ہی کرب اور بے چینی میں مبتلا ہے۔ اس سلسلہ میں ملک کے امن پسند شہری اور سماجی خدمت کار فکر مند بھی ہیں اور لائحہ عمل بھی بنا رہے ہیں؛ چنانچہ حالیہ دنوں میں اس معاملہ پر امارت شریعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں دو اہم مذہبی و سماجی رہنماؤں کی امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم تجانیہ نشین خانقاہ رحمانی موگنیر بترکزی دفتر امارت شریعیہ میں ملاقاتیں ہوئیں، اس ملاقات کو مختلف مذاہب اور سماجی طبقات کے درمیان ہم آہنگی، بھائی چارگی اور سماجی انصاف کے فروغ کی ایک نئی پیش رفت کے طور پر دیکھا جاتا ہے، ان ملاقاتوں میں مجید آری کے بانی اور آزاد سماج پارٹی کے قومی صدر چندر شیکھر آزاد اور آل انڈیا بدھت فورم کے رہنماؤں نے جس میں مشعل جنرل سکریٹری آکاش لاما، انگریز، ایڈوائزر بھتتے پرگیاسل، چیف ایڈوائزر بھتتے ستیانند، ایڈوائزر بھتتے وسنے رکشت، ایڈوائزر بھتتے بدھ گوش، ایڈوائزر بھتتے ادے، نائب صدر ملی بودھ شامل تھے جو خصوصیت کے ساتھ شریک میٹنگ رہا اور تبادلہ خیال کیا، ان رہنماؤں نے حضرت امیر شریعت سے اس ملاقات میں زور دیا کہ طبقاتی کشمکش اور غیر منصفانہ طریقہ عمل سے کوئی ملک اور قوم ترقی نہیں کر سکتی ہے، اس لیے ہماری مذہبی، سماجی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ہم ہر مظلوم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اور سماج کی تمام طبقات کے حقوق کی بازیابی کے لیے مل جل کر کسمل جدوجہد کریں، اس موقع پر چندر شیکھر آزاد نے یہ بھی کہا کہ اس ملک کے پسماندہ طبقات اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں، آئین و دستور کے ذریعہ انہیں جو مراعات حاصل ہیں انہیں بھی حکومت نافذ کرنے سے گریز کرتی ہے، ان حالات میں انصاف کی بالادستی اور حقوق کی بازیابی کے لیے ہم سب کو مل کر کوئی مضبوط اور ٹھوس لائحہ عمل بنانا چاہیے؛ تاکہ کسی کے ساتھ نا انصافی نہ ہو اور ہر ایک کو یہاں ترقی کرنے اور بچھلنے بھولنے کے مواقع فراہم ہوں، اپنی سماجی اصلاحات کے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب کو مل کر ایک ایسے سماج کی تعمیر کرنی ہے جہاں کسی کے ساتھ نا انصافی نہ ہو اور سب کو مساوی حقوق ملیں، دونوں رہنماؤں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سماجی انصاف اور بھائی چارہ کی فضا قائم کرنے کے لیے حکمت عملی طے کرنے کی ضرورت ہے، دوسری جانب آل انڈیا بدھت فورم کے اعلیٰ عہدیداروں نے بھی حضرت امیر شریعت سے

## اکیسویں صدی کے ایک عظیم مثالی قائد حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی

مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی تصنیف کردہ کتاب ”عہد جاوداں“ کی رونمائی تقریب سے ممتاز فاضلین کا اظہار خیال

مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی امیر شریعت سابق بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے کارناموں پر مشتمل عہد جاوداں کا رسم اجرا کرتے ہوئے امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی نے فرمایا کہ امارت شریعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی نے والد محترم کی ملی خدمات اور امارت شریعیہ کی ترقی و استحکام کے لیے لگے کمند یوں کا تذکرہ کر کے ایک باطنی کارنامہ انجام دیا اور اس کے ذریعہ یہ پیغام دیا کہ بزرگوں کی حیات کے سبق آموز واقعات سے رہنمائی لے کر ہم بھی شاہراہ زندگی کے منازل طے کریں، والد ماجد نے سنت و شریعت پر عمل پیرا اور نیکوکار منزل مقرر کیا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ عمل کا سوسہ بنا کر فکر امارت کی توسیع کے لیے جرات مندانہ اقدامات کرتے رہے، آپ نے ہر قدم پر اسوۂ رسول کوئی مشعل راہ بنایا اور اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار سے لوگوں کو متاثر کرتے رہے، اب ہم سب کو محاسبہ کرنا چاہیے کہ کیا ہم سب ان کے اوصاف حمیدہ سے متصف ہیں یا نہیں؟ لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ کو اختیار کیجئے، جس پر ہمارے بزرگان چل کر ملت کی اجتماعی شیرازہ بندی کی، ذات برادری سے اوپر اٹھ کر ملت کو یکجہتی بنا دیا اور جوڑا تھا، ہم سب اس نکر کے ائین ہیں، اس کو اپنی زندگی میں جاری و نافذ کیجئے، ہم سب نے مل کر ان کی اولوالعزمی اور استقامت کا اعتراف کیا، اب ہم سب سوچیں کہ کیا مشعل مرحلوں میں ہمارے قدم میں لرزہ کیوں آجاتا ہے؟ اور ہم لوگ استقامت کا ثبوت کیوں نہیں دیتے؟ میں مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کو اس کتاب کی ترتیب و تدوین پر مبارکباد دیتا ہوں، انھوں نے کتاب کو بڑی محنت و توجہ اور عرق ریزی کے ساتھ مدون کیا، حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کی زندگی کے مختلف گوشے ہیں، تاہم اس کتاب میں امارت شریعیہ کے امیر کی حیثیت سے جو کارہائے نمایاں انجام دیں اس کو سلیقے سے مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم صاحب نے مرتب کیا، اس کتاب کی رونمائی ۱۰ دسمبر ۲۰۲۳ء کو امارت شریعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے کانفرنس ہال میں شہر پٹنہ کے ممتاز علماء و دانشوران اور ماہرین تعلیم نے کی، رسم اجراء کی اس تقریب سے خیر مقدمی کلمات میں کتاب کے مصنف جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حضرت کی چار سالہ رفاقت و تربیت میں بہت کچھ سیکھا، گرچہ مجھے ملک و دیرون ملک کی کئی ممتاز علمی شخصیات کی رفاقت و صحبت رہی، مگر میں نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی جیسا اولوالعزم قائد نہیں دیکھا، حضرت ایک محسن و مہربان کی حیثیت سے قدم قدم پر میری رہنمائی کرتے تھے، مشکل حالات میں ان کی قیادت کے جوہر کھلتے تھے، وہ نہ ٹھکنے والے اور نہ ٹھکنے والے قائد تھے، ان کے اس عزم و استقلال کی برکت سے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اپنے اس محسن کی چند خدمات کی بے ترتیب لکیروں کو جمع کر دوں تاکہ نئی نسل اس سے استفادہ کر سکے، جناب ارشاد اللہ صاحب جینیز میں نئی وقت بورڈ پٹنہ نے کہا کہ میں مصنف کتاب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے ایک اچھی پیش رفت کی، اس طرح کی کتابیں ہر علمی ادارہ میں ہونی چاہیے، جناب مولانا محمد منہاج الدین نجفی صاحب خانقاہ جینیز نے کہا کہ حضرت مولانا ایک بڑے عالم دین اور ممتاز قائد تھے، ان کی رہنمائی سے ملت کو شہر ملی ہوئی تھی، جناب اہلم جاوداں صاحب نے کہا کہ مولانا کی شخصیت ہی کچھ ایسی تھی جس کے باعث مصنف قلم اٹھانے پر مجبور

ہوئے، اب ضرورت ہے کہ مولانا کے تعلیمی مشن کو آگے بڑھایا جائے اس وقت تعلیم پر سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے، جناب مشتاق احمد ندوی صاحب نے کہا کہ میری نظر میں کام بہت عمدہ ہوا ہے، جناب ڈاکٹر رحمان نجفی صاحب نے مصنف کتاب کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ بلاشبہ اکیسویں صدی کے سیاسی شعور رکھنے والے ممتاز قائد اور عظیم رہنما تھے، جنہوں نے ہر طبقہ کو وحدت کی بنیاد پر جوڑا اور اجتماعی خود مہربانی کی راہ دکھائی، انھوں نے اردو زبان کے تحفظ کے لیے کاروان اردو کی تحریک چلائی اور اس کے لیے اردو دست کی تشکیل کا خاکہ بنایا، جناب امتیاز احمد کریم، جناب پروفیسر قیصر عالم نے کہا کہ مولانا نے تعلیمی میدان میں بڑا کارنامہ انجام دیا، اب جو کام ادھورے ہیں انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانا ہی سب سے بڑی خراج عقیدت ہے، مولانا شہید و احمد قادری ندوی نے کہا کہ حضرت مولانا بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور بڑے اللہ والے تھے، اللہ نے انہیں جرات و ہمت کی نعمت عطا کی تھی جس سے انھوں نے بڑے بڑے کام لیے، مولانا خود شہید عالم دینی نے کہا کہ مصنف کتاب نے حضرت کی زندگی کے جن اہم اور فنی گوشوں کو اجاگر کیا ان شاء اللہ اس سے ملت فیضیاب ہوگی، جناب مولانا محمد عارف رحمانی صاحب نے کہا کہ حضرت کے اندر افراد سازی کا بے پناہ ملکہ تھا، ان کے ہزاروں تربیت یافتہ ہیں جو اپنی اپنی جگہ خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت نے ہمیشہ ملت کی صلاح و فلاح کے لیے منصوبے بنائے، کبھی کسی کے سیاسی آکر کار نہیں بنے، مجھے حضرت سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا، جناب جاوید اقبال صاحب ایڈووکیٹ نے کہا کہ حضرت کو مجھ سے بے پناہ قلبی لگاؤ تھا، جناب امارت کے ٹرسٹ ڈپٹی کی جو بڑے سائے آئی تو حضرت نے مجھ پر اعتماد کیا اور ذرا فٹ تیار کر دیا، انھوں نے مصنف کتاب کو شہودہ یا کارنامہ شریعیہ کے تمام اہم شریعت کی حیات و خدمات اور کارناموں پر علیحدہ علیحدہ کتابیں مرتب کریں تاکہ ایک دستاویزی کتاب تیار ہو سکے، مولانا ڈاکٹر شکیل احمد قاسمی صاحب نے کہا کہ ۲۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ان شاء اللہ مرجع کی حیثیت رکھے گی، جناب قمر وارثی صاحب نے کتابوں سے استفادہ کرنے کی ترغیب دی، اجلاس کی نظامت کر رہے امارت شریعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی محمد شہا الہدی قاسمی نے کتاب کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مصنف نے حضرت کے عہد امارت کے زریں دور کا نہایت ہی مفصل ذکر کیا اور بعض مقامات پر بڑی تازگی سے کتاب جامع ہوگئی ہے، رونمائی کی تقریب کا آغاز مولانا محمد اسد اللہ قاسمی شیخ تقیب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مولانا قاری حبیب الرحمن صاحب نے بارگاہ رسالت مآب میں خراج عقیدت پیش کیا، اس تقریب میں قاضی شریعت جناب مولانا محمد الفکار عالم قاسمی صاحب، جناب مولانا مفتی محمد سعید الرحمن قاسمی صاحب مفتی امارت شریعیہ، مولانا رضوان احمد ندوی، جناب عبدالوہاب انصاری صاحب ریٹائرڈ اے ڈی ایم، جناب عرفان الحق، جناب احسان الحق صاحب کے علاوہ دفتر کے دیگر کارکنان و ذمہ داران نیز پٹنہ کے سرکردہ لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی، اس کتاب کی اشاعت جناب مولانا قاری محمد اسد اللہ قاسمی صاحب مہتمم مدرسہ شمس العلوم شہادہ دہلی نے اپنے دوسرا ایڈیٹوریل کمیٹی کی جانب سے کیا، اخیر میں یہ نشست حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم العالیہ کی دعاء پر اختتام پزیر ہوئی۔

# ... مگر تم نے عبادت نہ کی

مولانا عبد الرشید صاحب بستوی

ایک مسلمان کی دادی اور حاجت روائی کے لیے تنگ و دو کرنے، اس کی پریشانی دور کرنے اور اس کی عیب پوشی کرنے کی ترغیب، کس قدر معروضی اور منطقی و عقلی انداز میں دی گئی ہے۔ ارشاد ہے: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ذلیل و خوار۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت برآری میں لگا رہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتے ہیں۔ جو کسی مسلمان کا رنج و غم دور کرے، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کر دیں گے اور جو کسی مسلمان کی ستر پوشی یا عیب پوشی کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ستر پوشی اور عیب پوشی فرمائیں گے۔

یہ چند احادیث بطور نمونہ سرد قرطاس کی گئی ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں یہ کثرت اس مضمون کی تاکید کی گئی ہے، کسی شخص کی وفات پر اس کے اہل خانہ سے تعزیت اور کسی کے بیمار پڑنے پر اس کی مزاج پرسی اور عیادت کی، بطور خاص تاکید کی گئی ہے۔ اس سے نہ صرف اسلامی ہمدردی، اخوت و محبت اور غم گساری کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ مصیبت کی ایسی نازک گھڑی میں اور زندگی کے ایسے پرخطر مرحلہ پر مصیبت زدگان کو حوصلہ ملتا ہے، ان کی ڈھارس بندھتی ہے، صبر و سکون کا دامن تھامے رہتے ہیں ان کو تعزیت ملتی ہے اور اپنے کو بے یار و مددگار اور بے کس و بے سہارا گردانے کے بجائے وہ پُر اعتماد، حوصلہ مند نظر آتے اور اپنے اندر زندگی کے آلام سے بروا زمانی کی توانائی محسوس کرتے ہیں۔

حدیث قدسی کے اسلوب اور ترتیب پر غور کریں تو اندازہ ہو سکتا ہے کہ عیادت اور مریض کی مزاج پرسی کی حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک کتنی اہمیت ہے؟ چنانچہ ترتیب ذکر میں عیادت کا تذکرہ، کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے پہلے کیا گیا ہے، یہ بات فی نفسہ بھی عیادت کی اہمیت اجاگر کر رہی ہے۔ پھر اطعام طعام اور سخی کے ساتھ ”لوجدت ذلک عندی“ فرمایا گیا کہ اس کا ثواب تمہیں میرے یہاں ضرور ملتا۔ لیکن عیادت مریض کی بابت ”لوجدت ذلک عندی“ کے بجائے ”لوجدتنی عندہ“ فرمایا گیا کہ اگر تم

اس کی مزاج پرسی کرتے تو خود مجھے اس کے پاس پاتے۔ اگرچہ یہاں بھی اجر و ثواب ملنا ہی مراد ہے، مگر عیادت مریض کی اہمیت اور قدر و قیمت کو اجاگر کرنے کی غرض سے یہ انداز تعبیر اختیار کیا گیا۔ ملت اسلامیہ ہندی کی زیوں حالی اور بد نصیبی سے، ہمارے مسلمان بھائی، آج کچھ اسی قسم کی نازک ترین صورت حال سے دوچار ہیں۔ جو فساد، ماب لہنگ، بلڈوز اور سیلاب کی تباہ کاری کی سمیٹ چڑھ گئے، ان کا المیہ بھی کچھ کم نہیں، وہ طرح طرح کی پریشانیوں، دشواریوں اور بیماریوں سے دو دو چار ہیں۔ آج بھی ان علاقوں کے بہت سے پریشان حال لوگ دوا، غذا، پانی، پیکر اور مکان سمیت ہر ایک سامان زندگی کی شدید ضرورت ہے، وہ کھانے کے ایک ایک لٹھے اور پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں۔ یہ وقت ہے ان کی دست گیری کا، خبر گیری کا، ان کی غم گساری کا، فریادری و دادری کا، ان کی ڈھارس بندھانے کا اور ان کی حقیقی عیادت و مزاج پرسی کا۔ کاش امت کے ارباب ثروت و خیر نیر حضرت اس کار خیر میں اپنا پھر پور کر دار ادا کریں۔ واللہ ولی المحسنین

شریعت نے ایک انسان پر دوسرے انسان کے تئیں کچھ حقوق و واجبات مقرر کیے ہیں، بالخصوص ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چند حقوق کی بڑی تاکید کی ہے۔ ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آفت آئے، وہ کسی پریشانی سے دوچار ہو، اس کے کسی عزیز و قریب کی وفات ہو جائے یا وہ کسی مرض میں گرفتار ہو جائے تو دوسرے مسلمان اس کی مصیبت میں اس کے ساتھ شریک غم ہوں، اس کی پریشانی کے ازالے کے لیے اپنی حسب حیثیت کوشش کریں، اس سے اظہار ہم دردی کریں تسلی و تسفی کے کلمات کہیں، تعزیت کریں، مزاج پرسی کریں اور اس کا غم غلط کرنے کی سعی کریں۔ چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق جل مجدہ روز قیامت (ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائیں گے) ابن آدم! میں بیمار ہوا، مگر تم نے میری عیادت نہ کی۔ وہ شخص عرض کرے گا پروردگار! آپ تو سارے جہان کے پانہار ہیں، بھلا میں آپ کی تیمارداری کس طرح کرتا؟ ارشاد ہوگا: کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے، لیکن تم نے اس کی مزاج پرسی نہ کی؟ کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اگر اس کی عیادت کرتا تو مجھے، اس کے پاس پاتا؟ ابن آدم! میں نے تم سے کھانا کھلانے کے لیے کہا، مگر تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ وہ عرض کرے گا ارہوگا بارالہ! آپ تو کل جہان کے پروردگار ہیں، میں آپ کو کس طرح کھانا کھلاتا؟ ارشاد باری ہوگا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا کھا تھا، مگر تم نے اسے کھلایا نہیں؟ کیا تجھے علم نہ تھا کہ اگر اسے کھانا کھلا دیتا تو میرے یہاں اس کا اجر و ثواب ضرور پاتا۔ ابن آدم! میں نے تم سے پانی مانگا تھا، مگر تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ وہ عرض پر داز ہوگا خدا! میں آپ کو پانی کیوں کر پلاتا کہ آپ تو تمام کائنات کے رب ہیں؟ ارشاد ہوگا تم سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا، مگر تم نے اسے پانی نہ دیا۔ سنو! اگر تم نے اسے پانی پلایا ہوتا تو اس کا اجر و ثواب میرے پاس ضرور ملتا۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمے چھ حقوق ہیں۔ (۱) جب کسی مسلمان سے ملے تو اسے سلام کرے۔ (۲) جب کوئی مسلمان اسے بلائے تو اس کی دعوت پر لبیک کہے۔ (۳) جب اسے چھینک آئے تو برحکم اللہ کہے۔ (۴) جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے۔ (۵) جب اس کی وفات ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ چلے۔ (۶) جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔ ایک حدیث میں تمام مسلمانوں کو ایک شخص واحد قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر سر میں کوئی تکلیف ہو جائے تو سارا بدن سراپا درد بن جاتا ہے اور اگر آنکھ میں درد ہوتا ہے تو سارا وجود تصور درد بن جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک مسلمان کے جسم میں کنا چھبے تو اس کی تکلیف ہر مسلمان کو محسوس ہونی چاہیے۔ چنانچہ ارشاد ہے: عن السعمان بن بشیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المؤمنون کرجل واحد إن اشتكى عينه اشتكى كله، وإن اشتكى رأسه اشتكى كله۔

## آئین و جمہوریت ہوتے ہوئے بھی نفرت کی آندھی!!

جاوید اختر بھارتی

آج ہمارا ملک بے ہی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ نفرتیں بڑھتی جا رہی ہیں باری مسجد اور امامت کا معاملہ کسی طرح ختم ہو کہیں خوش منامی کی گئی غم منامی گیا اس موقع پر بھی مسلمانوں کے جذبات کو گھسیں پہنچانے میں کوئی کورس باقی نہیں چھوڑی گئی اشتغال انگیزیوں کا طوفان برپا کیا گیا کھلیاں دی گئیں مارا پینا بھی گیا لیکن مسلمانوں نے صبر کی ایک مثال قائم کر دی نہیں ملک کی املاک کو نقصان نہیں پہنچایا کسی کو زور و کوب نہیں کیا گالی کے بدلے گالی نہیں دی اشتغال انگیزی نہیں کی نعرے بازی کے بدلے نعرے بازی نہیں کی مقصد صرف ایک تھا کہ کسی طرح ملک حاسدین کے حسد اور مفسدین کے فساد اور شریوں کے شر سے محفوظ ہو جائے ہمارا ملک امن و امان کا گہوارہ بن جائے سفر کامیاب ہونے کی صورت میں جلد پیدا ہو جائے ایک دوسرے کے دل و دماغ سے نفرت و خوف و ہراس کا نام و نشان مٹ جائے حالات خوشگوار ہو جائے کاروبار کا راستہ صاف ہو جائے مگر فرقہ پرستوں کو یہ گوارہ نہیں ہے وہ آئے دن ایک نیا کینڈا فتنہ کھڑا کرتے جا رہے ہیں اور اب تو مسجدوں کو مندر بنانے کا سلسلہ ہی چل پڑا ہے اور یہ بہت ہی گہری سازش لگ رہی ہے سا جواد کا نعرہ دیا جاتا ہے اور سا جواد کے مطابق کام کرنے کے لئے تیار نہیں، ایک طرف تو یہ بھتیجی کی بات کی جاتی ہے اور دوسری طرف تو یہ بھتیجی کو نقصان پہنچایا جاتا ہے، اب تو ایسا لگتا ہے کہ بی بی جے پی اقتدار میں آنے کے لئے باری مسجد اور امامت کا معاملہ کھڑا کیا اور اسی کے نام پر اقتدار میں آئی بھی ہے اور اب اقتدار میں سے رہنے کے لئے مسجد مندر کا نعرہ لگایا جاتا ہے ایک طرف آرائیں، ایس چیف موہن بھاگوت کہتے ہیں کہ ہر مسجد میں شیولنگ تلاش نہ کیا جائے تو اب مسٹر امید گاہ پر مندر بنونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے گیان واپی جامع مسجد کا معاملہ لکھنیا جا رہا ہے اور اب سنبھل کی جامع مسجد نشا نئے رہے اور یہ سلسلہ ختم نہیں رہا ہے خولہ معین الدین بھتیجی اجیری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر بھی فرقہ پرستوں کی نظر پڑ گئی، ڈھائی دن کا جھوم پڑا پر بھی مندر کا دعویٰ کیا جانے لگا، بادیوں کی جامع مسجد کو بھی مندر بنایا جا رہا ہے ایک طرف موہن بھاگوت کا بیان تو دوسری طرف فرقہ پرستوں اور

شریہندوں کی زہریلی حرکتیں، کیا موہن بھاگوت یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسجدوں پر مندر کا دعویٰ کرنے والوں کا تعلق آرائیں ایس سے نہیں ہے، ہرگز وہ ایسا نہیں کہیں گے بلکہ وہ زرخوں پر تنک چمک رہے ہیں اور مسلمانوں کے جذبات کو گھسیں پہنچانے کی غرض سے ایک طرح کا طنز کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی اور مذہب کی عیادت کا دعویٰ پر مندر کا دعویٰ نہ کر کے صرف مسلمانوں کی ہی عیادت کا دعویٰ پر مندر کا دعویٰ کیوں جاتا ہے جبکہ مسلمان ہی تو یہ بھتیجی کا نفرنس کرتا ہے، مسلمان ہی تحفظ آئین و تحفظ جمہوریت کا نفرنس کرتا ہے، مسلمان ہی کا وزیر اتر پھول برساتا ہے، مسلمان ہی سیکولرزم کے تحفظ کا نعرہ لگاتا ہے اور مسلمان ہی بھائی چارہ بھائی چارہ کی صدائیں بلند کرتا ہے پھر بھی زعفرانی سیاست کا شکار ہو رہا ہے مسجد و مدارس اور خانقاہیں فرقہ پرستوں کی نظروں میں ٹھک رہی ہیں اور اب تو پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ دوسری ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جب اس ملک میں ایسا قانون ہے کہ 1947 میں جس عیادت گاہ کی اور جس مذہبی مقامات کی جو حیثیت تھی وہ برقرار رہے گی اس پر امتزاجات نہیں ہوں گے، اس قانون کی روشنی میں دیکھا جائے تو جس بھی مذہبی مقامات کے خلاف عدالتوں میں رٹ دائر کی جاتی ہے اسے فوراً خارج کر دیا جاتا ہے لیکن نہ جانے کیوں ایسا نہیں کیا جاتا ہے اور نہیں تو فوراً عرضی کو منظور کر لیا جاتا ہے، سروے کا حکم جاری کر دیا جاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک طرف شراب کا لائسنس بھی جاری کیا جاتا ہے اور دوسری طرف اکثر و بیشتر شراب پینے والوں پر ڈنڈا بھی برسایا جاتا ہے، چاہے سچ ہوں یا دکھا، دونوں کی ذمہ داری ہے کہ قانون و انصاف کا بول بالا ہو غریبوں اور مظلوموں کو مکمل انصاف ملے اور اس ذمہ داری سے منہ موڑنے کے نتیجے میں سنبھل جیسے واقعات رونما ہوتے رہیں گے، اس طرح کے تنازعات ملک کے کونے کونے میں سر اٹھاتے رہیں گے جس سے قانون کی حکمرانی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی ختم ہو جانے کا خطرہ ہے جو بہر حال ہمارے قومی مفاد میں نہیں ہوگا۔

# میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

مؤمنہ/پرویندرکور

میں ایک کھلم کھلی سے ہوں، میں جموں کی رہنے والی ہوں، میرے پر یوار (خاندان) میں ماں باپ اور ایک بھائی اور بھانجی ہیں، اب شادی کے بعد میں کشمیر میں رہتی ہوں۔ میں نے 2008ء میں اسلام قبول کر لیا تھا اور 2014 تک اپنے والدین کے گھر میں ہی رہی۔ جیسے جیسے میں بڑی ہوئی، مذہب کے بارے میں سمجھ آنے لگی، کہ یہ کھلم کھلم ہے، یہ ہندو اور یہ اسلام دھرم، پھر لائف میں ایک عامک سے ایک ٹرنک پائٹ آیا، گریجویٹ میں جب جون بولانی میں بہت گری ہوئی تو میں چھت پر چلی گئی، وہاں میں دیکھتی تھی کہ روزانہ ایک باجی نماز پڑھتی ہیں، میں روزانہ میں دیکھتی تھی، مجھے کبھی من ہوتا کہ ان کے پاس جاؤں اور ان سے پوچھوں کہ آپ کیا پڑھتی ہو اور کس کو سجدہ کرتی ہو؟ پھر ایک دن میں نے بہت کی اور ان کے پاس چلی گئی۔ اور میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ سب کیا پڑھتی ہیں؟ مجھے اپنے اللہ کے بارے میں کچھ بتائیے۔ انھوں نے بہت پیار سے مجھے اسلام کا تعارف کرایا۔ مجھے یہ سب سن کر بہت اچھا لگا، اور میں روز عشاء کے نام پر چھت پر جا کر ان کے پاس بیٹھ جاتی اور اللہ کی باتیں سنتی۔ آپ یقین مانے مجھے اسلام سے اتنی محبت ہو گئی کہ جب کوئی مجھے مجبور دیتا تو میں اس کی کھٹیاں سنہال کر رکھتی، اور کبھی راستہ چلتے کوئی اخبار نکلا نظر آتا اور اس پر کچھ میری نظر پڑتا تو میں اسے اٹھا کر چوم لیتی، پھر میرا کالج جانا ہوا، وہاں میری دوستی مسلم لڑکیوں سے ہوئی۔ میں ہاف سیلوز پڑھتی تھی، پھر ان کو دیکھ کر میں نے بھی فل سیلوز پونی فارم ہوائی۔ اور فری بیڈ میں ان سے دعائیں لیکھتی۔ میرے گھر کے پاس ایک اور مسلم فریڈ تھی، وہاں جا کر روزانہ نماز کا ایک ایک ورد (نفل) لیکھتی، اس طرح میں نے نماز مکمل لیکھ لی، پھر چوری چوری روز رکھی، کبھی صبح پانی پی کر رکھ لیتی اور کبھی خالی پیٹ، پس پھر تو ایسا جوش تھا کہ اللہ کی محبت میں ڈوبنے کو ن کرنا رہتا تھا۔ کوئی گھر آتا تو جوش میں سب کے لیے یہی جانتی کہ اللہ کا تعارف کراؤں، اسلام کی جو کچھ باتیں مجھے بتا چکی ہیں، انھیں بھی بتا دوں، یوں سمجھ لیں کہ نا کبھی میں ہی شاید میں اسلام کی دعوت دیتی تھی، لیکن میری ماں مجھ سے ناراض ہوئیں، وہ کہتیں کہ جو بے دل میں رکھا کرو، دوسروں کو مت بتایا کرو، پھر ایک دن میری ایک فریڈ نے کہا کہ کوئی بزرگ آ رہے ہیں، تم بھی جاؤ ملاقات کے لیے، میں نے اپنی کپیوٹر کا اس آف کی اور وہاں سے سیدھے چلی گئی۔ وہاں میری ملاقات ایک مولوی صاحب سے ہوئی۔ انھوں نے مجھے گلہ پڑھا، پھر ایک دن میرے پاپا کو میرے اسلام کے بارے میں کسی نے بتا دیا، میرے پاپا نے مجھے لیدر کے بلیٹ سے بہت مارا، آپ یقین مانیں میرے منہ سے صرف یہ نکلتا: ”اللہ اکبر“ ایک مرتبہ مجھے لیکھ لیا، مجھے زبردستی گردوارے لے گئے، وہاں جیسے ہی میں سجدے میں گئی، میرے منہ سے نکلا: ”اللہ اکبر“ بس ایسا کرتے کرتے کالج بھی کھلیتے ہو، گھر پر رشتے آنے لگے، بہت پریشان ہوئی، کوئی مسلم تیار ہی نہیں ہوتا تھا، اسی حال میں گھر والوں نے میری شادی ایک کھلڑے سے کر دی۔

اسلام ہمیشہ قیمتی نعمت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ چیک بھی تو کرتا ہے کہ بندہ اندر سے مضبوط ہے کہ نہیں، بس اسی لیے کچھ مشکلات اور امتحانات زندگی میں ہوتے ہیں، میری زندگی میں کتنی بھی مشکلات آئیں مگر اللہ سے میرا تعلق اور یقین مضبوط ہوتا گیا۔ پوسٹ گرجویٹ کھلیتے ہوئے کے بعد سے رشتے آنے لگے، میں کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر نالے لگتی تھی، پر ماں باپ آخر تک ٹک ٹالتے، انہوں نے آخر کار میرا رشتہ ایک کھلڑے سے کر دیا۔ میرا اس وقت جن مسلمانوں سے رابطہ تھا، انہوں نے مجھے یہ غلط مشورہ دیا کہ کوئی بات نہیں، تم سکھ گھرانے میں ہی شادی کرو، گھرايمان کول میں رکھنا، اپنے ماں باپ کو اور مزاج امتحان میں مت ڈالو، چونکہ مجھے اسلام کی اتنی واقفیت نہیں تھی، اس لیے میرے ہر پری ایک قسم کی شادی ہو گئی، میں ایک کھلڑے میں چلی گئی، اور اس میں ماں باپ کا نقصان بھی ہوا، کیوں کہ میں اکھوتی تھی اور لاڈلی بھی، اچھی خاصی ایجوکیٹڈ تھی اور بڑے گھرانے کی لڑکی تھی، اس لیے انہوں نے میرے جینز کا اچھا خاصا انتظام کیا تھا، اپنی حیثیت سے بھی نہیں زیادہ۔ بس وہ دن بنا کر بیچ دی گئی، مگر مجھ پر میرے اللہ کی مرضی اور کرم رہا، کیوں کہ میں مسلمان بن گئی تھی، اور دل میں ایمان تھا اور ایک تعلق مستقل اپنے اللہ سے جڑا ہوا تھا، اس لیے کوئی حادثہ نہیں ہوا، میں وہاں تقریباً دو ہفتے رہی۔ آپ یقین مانے، وہاں بھی میں بچپن میں دن روزانہ تین ہزار تہج پڑھتی، میں حادثے کا وظیفہ پڑھتی، جو میں نے زبانی یاد کیا تھا۔ میرے اللہ نے میری مدد کی کہ میں بیان نہیں کر سکتی تھی میں اس گھر میں رہی اور اللہ نے میری اس شوہر سے عزت بچائی جس کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں تھی۔ اللہ جانتا ہے کہ میں کیسے اس گھر میں رہی، جس طرح ایک چڑیا کو سونے کے کچھڑے میں قید کر دیا گیا ہو، پر میرا یقین ہی تھا اپنے اللہ پر جس نے میری عزت و بروکری کا خیال رکھا۔ بے شک وہ بے حد مغرور و درخیم ہے، حالانکہ وہ شخص مجھے مارتا بھی تھا، ایک رات بارہ بجے اس نے مجھے بہت مارا۔ سردیوں کے دن تھے اور فرش پر بٹھا دیا، میں پوری رات اپنے اللہ سے گڑگڑاتی رہی، چونکہ میں اندر سے بالکل ٹوٹ چکی تھی، اس لیے پوری رات اپنے اللہ سے دعا کرتی رہی، اور بے شک اللہ نے میری دعائیں بھی پھر میں سن کر ارادہ کر لیا کہ اب میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، آخر تک ایک ایمان کو بچائی۔

پھر میں کس طرح پوچھتی پوچھتی جموں سے کشمیر چلی گئی، جہاں میری ملاقات ایک آپا سے ہوئی، وہ میرے لیے زندگی میں ایک فرشتہ بن کر آئیں، اللہ ان کو جزا سے نر عطا فرمائے، آئیں! انہوں نے میری بہت مدد کی ہر طرح سے نفیاتی بھی اور مالی بھی۔ میں کبھی روتی، وہ مجھے یہی سمجھاتیں کہ مال و دولت کچھ معنا نہیں رکھتے، اللہ نے تمہیں بچایا تمہارا ایمان بچایا، اس سے بڑھ کر کچھ نہیں، ان شاء اللہ تمہارے ماں باپ کو بھی اس کا صبر ضرور دے گا، تمہیں پھر انہوں نے وہاں ایک مسلم لڑکے سے میری شادی کا انتظام کر دیا، جو کہ میرے شوہر ہیں۔ ان کے بھی بہت احسانات ہیں مجھ پر، کیوں کہ ایک شادی شدہ لڑکی کو اپنانا وہ بھی کھلڑے کے گھر سے بھاگی ہوئی، کوئی معمولی بات نہیں تھی، میری زندگی کا ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ بس ایمان کی خاطر ہی وہ اللہ کا بندہ میرا ہاتھ تھامنے پر رضامند ہوا تھا، حالانکہ میں ایک بڑے گھر کی اور پڑھی لکھی لڑکی تھی، مگر دل میں ایمان کی پیگاری تھی، اس لیے وہ دنیا مجھے دین کے آگے بہت چھوٹی لگی، مجھے اپنا دین زیادہ عزیز تھا، اس لیے میں نے بھی اس نیک بندے کا نہ بیک گراؤ نہ تعلیم، نہ ٹائٹس، نہ بی کوالی لیکھیں، بس شادی کے لیے ہاں کر دی، یہ سوچ کر کہ ایمان کی خاطر مجھے اپنا کرنا بڑا ریسک لے رہا ہے، میرا ساتھ دے کر، کیوں کہ یہ کام آسان نہیں تھا، ایک کھلڑے کے لڑکے کی وہ بھی شادی شدہ، اس پر کڑھنڈک (خوفا) کا ٹیس بھی بن

سکتا تھا لیکن اس نے بہت کی، ظاہر میں تو کوئی دین داری نہیں تھی، لیکن ایمان کی جو پیگاری میرے اندر موجود تھی، اس نے میرا بڑا ساتھ دیا اور پھر میرا نکاح ہو گیا۔ نکاح والے دن ایک امتحان اور پھر آیا، کاسی دن میرے لیے ایک ڈاکٹر کا رشتہ بھی آیا، پر میں قربان جاؤں اپنے اللہ پر کہ میرے دل میں ایمان کی پیگاری تھی، جس نے مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی دی۔ ظاہر ہے کہ میں خود ایجوکیٹڈ تھی اور دنیاوی طور سے دیکھیں تو ڈاکٹر سے رشتہ منیٹنگ تھا، لیکن میرے شوہر جن سے میرا نکاح ہوا، انھوں نے صرف میرا ایمان بچانے کی خاطر بہت دور کا سفر کیا تھا، اور یہ سب میرے اللہ کی کلمی تھی، مجھ پر اس کا روم ڈکرم تھا، سب سے زیادہ محبت کرنے والا میرا اللہ ہے، اپنے ماں باپ کا نام بھی میرے اندر ہی اندر کھول رہا تھا، کیوں کہ میں ان کی اکھوتی بیٹی ہونے کے نالے لاڈلی بھی بہت تھی، اور میں نے اپنے ماں باپ سے اس دوران کوئی کنکلیک بھی نہیں کیا تھا، حالانکہ میرے گھر والے دیوانوں کی طرح مجھے ڈھونڈ رہے تھے، اور میں چھٹی چھٹی بھتیجی رہ رہی تھی۔ مجھے ماں باپ کی یاد آنے لگی تو ایک روز میری کال گھر پر چلی گئی، اس سے ان کو پتا چل گیا کہ میں کشمیر میں ہوں ایک مسلم شوہر کے ساتھ، میں سات مہینے کے عمل سے تھی۔ اچانک ایک رات بارہ بجے کہ آس پاس جموں کی پولیس آئی اور مجھے اور میرے شوہر دونوں کو تھیل میں لگی، انہیں کہیں دوسری جگہ لگی، اور مجھے دوسری جگہ، میں نے سوچا اب تک تو ظاہری سہارا تھا، اب میرے پاس میرے شوہر بھی نہیں ہیں بلکہ کل تھا ہوں، میں نے ایک پڑے کی جائے نماز بچھائی اور سجدے میں گر گئی، اور رات بھر سجدے میں گزار دی، جب صبح سر اٹھایا تو پورے بدن میں درد محسوس ہوا، کیوں کہ میں دوسری حالت سے بھی تھی، اور خالی پیٹ بھی، میری حالت دیکھ کر مجھے ہاتھ پھینچا گیا، اب یہ اللہ کی طرف سے تھا کہ وہاں کے ڈاکٹروں نے کہا کہ میرا نہیں ہے۔ یہ غرض نہیں کر سکتی، کیوں کہ اگر میں اس وقت جموں چلی جاتی تو وہاں کا ماحول بھی ہندو نہ تھا، اور ماں باپ بھی جوش میں تھے، لیکن اللہ کی مصلحت تھی کہ میں پورا ایک مہینہ کشمیر کے اس ہاسٹل میں ہی رہی۔ ڈاکٹر نے بول دیا تھا کہ بچہ یا ماں میں سے ایک کو بچا سکتا ہوں، پر اللہ کا کرم کہ ایک بیٹے کی ولادت ہوئی، الحمد للہ وہ صبح صحت سلامت اور میں بھی صحت سلامت۔ اس کے دو دن بعد ہی ہاسٹل والوں نے مجھے ڈھونڈ کر دیا، مجھے اپنے دونوں کے بچے کے ساتھ تھیل جانا پڑا، پھر اللہ کی مدد سے میری رہائی ہو گئی، میرے شوہر بھی رہ گئے تھے بلکہ وہ تو باہر ہی تھے، بس وہ دن ہی وہ تھیل میں رہے پھر میں گھر آ گئی۔ میرے شوہر کے پاس کچھ کاروبار نہیں تھا، اور ہمارے پاس بھی کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم کئی گھر میں رہے، اس لیے بہت فائدہ بھی دیکھے، ایک واقعہ آپ کو بتانا ہے، ہوں، کہ حمل کے دوران میں ایک پارک میں بیٹھی تھی، وہاں ایک جینس کا خالی ریپر پڑا تھا۔ جینس کی شدت کی وجہ سے میں نے اسے اٹھا کر چاٹ لیا، اور ایسے ایسے حالات آئے جنہیں میں بیان نہیں کر سکتی، بس میرا اللہ ہی جانتا ہے۔ اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا، وہ بڑا مغرور و درخیم ہے، کتنی بھی پریشانی آئیں، شیطان کی دوسوے آئے مگر میں نے کبھی بہت نہیں ہاری، پھر میرے شوہر کو ایک جگہ کام مل گیا، میں نے بھی ایک چھنگ جاب کر لی، پھر کشمیر میں سیلاب آیا، اس میں ہمارے گھر کا سارا سامان بہہ گیا اور سب کچھ ڈوب گیا، کچھ بھی نہیں بچا صرف ہاتھ میں دو جوڑی کپڑے رہ گئے، آپ یقین مانیں، الحمد للہ صبح سلامت رہ گئے، اس وقت میرے شوہر جماعت میں گئے ہوئے تھے۔ میں اور میرا بیٹا سیلاب کے دوران گھر میں اکیلے ہی تھے مگر میری آپا نے میری بہت مدد کی۔ اللہ نے پھر سے میرے شوہر کو ایک نیا کام دلایا، یقین مانے میرے شوہر کو کل تین ہزار تنخواہ ملتی تھی، اس میں کیسے گزارا کیا، میرا اللہ جانتا ہے، گھر کا رینٹ (کرایہ) بھی دینا ہوتا جو کچھ زیادہ نہیں تھا، مگر اسے دینا بھی لاکھوں کا لگتا تھا۔ ایسی ایسی لگتی دیکھی ہے میں نے۔ ایک بار رمضان میں افطار کے لیے ایک چیز بھی نہیں تھی۔ میری آپا نے مجھے کچھ پیسے دیئے، خود ہی اللہ نے ان کو ذریعہ بنایا، حالانکہ میں کبھی مدد نہیں مانگتی تھی، بس اللہ ہی سب سے مددگار ہوا تھا۔ ایسے ہی عید آئی۔ مجھے خیال آیا: کل عید ہے اور میرے شوہر پرانا لباس پہن گئے، میں نے اپنے اللہ کے آگے ہاتھ اٹھاے اور دعا مانگنے بیٹھی، ابھی ہاتھ اٹھائی تھی تو ہونے لگی کہ ڈور تھیل بچی معلوم ہوا کہ ان کے آفس کے باس اپنی کار سے آئے ہیں اور ان کو ایک پکٹ دے کر چلے گئے، اس کو کھولا تو اس میں سلعے ہوئے کرتے پا جائے گا نیا جوڑا تھا، بس یہ دیکھ کر میرا تعلق اللہ تعالیٰ سے اور بھی زیادہ مضبوط ہوتا چلا گیا، تو جہاں اللہ تعالیٰ نے مشکلات یا برے حالات دکھائے، وہاں اس کی مدد بھی شامل حال تھی، میرا اللہ بہت مغرور و درخیم ہے۔ وہ سب سے زیادہ محبت کرنے والا اور دلوں کا حال جاننے والا ہے۔ اس سچا کمال گزر گیا، برے حالات بھی آئے، مشکلات بھی آئیں، مگر میرے اللہ نے قدم قدم پاپا پائی مجھے کبھی، مجھ پر اپنے روم و کرم کا معاملہ رکھا، کیوں کہ میں زیادہ گھر کے کام کا جن نہیں جانتی تھی، اس لیے میرے شوہر نے میرا بہت ساتھ دیا۔ کھانا بھی وہی بناتے، جھاڑو تک دیتے، انھوں نے بہت صبر و تحمل کے ساتھ میرے ساتھ بھجایا، بس تنگ حالات دے کر ہی اللہ اپنے بندوں کے ایمان کو ٹوٹاتا ہے۔ شکر ہے میرے اللہ کا میں آج جیسی بھی ہوں ایمان کی حالت میں ہوں، اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ دنیا تو فانی ہے، الحمد للہ آج میرے پاس دو بیٹے ہیں اور ساتھ دینے والا شوہر۔ میں خوشی سے اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہوں، کیوں کہ میرے دل میں ایمان کا سکون ہے۔ سکھ سہرا والوں نے میرے ہانپکے والوں پر کس کیا ہوا ہے، جس سے وہ ابھی تک جوہر رہے ہیں۔ مجھے بس اتنی تکلیف ہے کہ مجھ سے محبت کرنے والے ماں باپ میری خاطر کتنی اذیت کا سامنا کر رہے ہیں۔ میں اب اپنے گھر سے رابطے میں ہوں، حالانکہ پاپا تو بالکل بات نہیں کرتے، مگر ماں اور بھانجی سے کنکلیک ہے، اللہ ان کو بھی جلد ہدایت دے، آمین!

میرے گھر والوں کو مجھ پر بہت غصہ آیا، میرے پاپا نے مجھے بلیٹ سے مارا، مگر میرے منہ سے صرف اللہ اکبر نکلتا۔ سختیاں بھی جیڑیں آئیں، مگر میرا ایمان مضبوط رہا۔ اب حالات یہ ہیں کہ میرے اللہ کے کرم سے میری ماں اور بھانجی اسلام کے کافی قریب آ گئی ہیں۔ بس اللہ ان کو جلد ہدایت دے۔ میں ان کے لیے رات دن رورور کرتے اللہ سے ہدایت کی دعا کرتی ہوں۔ بے شک مجھ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد ہی ہدایت کی توفیق دے گا۔ جب میں گھر میں رہتی تھی، اس وقت بھی دعوت کا کام کرتی تھی اور ان کی ہدایت کی دعا کرتی تھی، بس جب اللہ کی مرضی ہوگی ان شاء اللہ، وہ سب ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ قارئین ان کی ہدایت کے لیے ضرور دعا کریں۔ مجھے اپنے گھر والوں کو ہدایت کے راستے میں دیکھ کر مزہ سکون مل جائے۔ (پشاور، ۱۶ مارچ 2019)

## دعوتی فریضہ کی ادائیگی کے بغیر مسائل حل نہیں ہو سکتے

مولانا محمد الیاس ندوی بھنگلی

والے تمام فیصلوں کو حکومت پارلیمنٹ میں نیا قانون بنا کر رد کر دے، غرض یہ کہ بالفرض اگر یہ ہمارے تمام معاشی، تعلیمی، سماجی، سیاسی اور دینی مسائل حل ہو جائیں تو کیا آپ کو اور ہمیں اس بات کا اطمینان رہے گا کہ پانچ چھ سال کے بعد فرقہ پرست ذہنیت کے حامل سرکاری افسران اور دیگر برادران وطن کی طرف سے دوبارہ ہمیں پریشان کرنے یا نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی جائے گی یا پھر کسی اور چور دروازہ سے ہمارے عائلی قوانین میں مداخلت اور نئی مسلم سٹیل کو ذہنی طور پر پریشان کرنے اور سیاسی اور تعلیمی میدان میں ہم کو پہلے سے زیادہ کمزور کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی؟

اس کا جواب یہی ہے کہ ہمارے ان سب مسائل کے حل ہونے کے باوجود ملک کے بڑے مناصب پر فائز ہمارے فرقہ پرست یہ برادران وطن جن کے ہاتھوں درحقیقت ملک کی زمام ہے، پہلے سے زیادہ ہمارے خلاف منصوبہ بنانے میں لگ جائیں گے اور ان کو بغض و غضب ہمارے خلاف پہلے سے زیادہ ہو جائے گا، اس لئے کہ ان کو جس بنیاد پر ہم سے نفرت اور وحشت تھی اس کا ازالہ نہیں ہوا اور جن عوامل کی وجہ سے وہ ہم سے بدظن تھے اس کا کوئی خاتمہ نہیں ہوا، ان کی مثال ویسی ہی ہے جیسے کسی مریض کے سر درد یا بخار کو ختم کرنے کے لئے نیکو حکیم یہ نہ معلوم کرے کہ مریض اس تکلیف میں کس وجہ سے مبتلا ہے اور وہ اس کے محرکات کو جانے بغیر صرف بخار یا سردی کا علاج کر دے، نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے دن سردی ختم ہونے کے بعد پھر کمر میں درد شروع ہوگا، بخار کے جانے کے بعد سردی اور کمزور کام آواز ہوگا، کامیاب حکیم وہی ہے جس کو اس نتیجے تک پہنچنے میں دیر نہ لگے گا کہ اس کے پیٹ کی خرابی کی وجہ سے ہی یہ سب بیماریاں اس کو لاحق ہو رہی ہیں۔ اس لئے اس کا علاج تک یہی ہے کہ پیٹ کی خرابی کا ازالہ کیا جائے تاکہ آنے والی تمام بیماریوں کا خاتمہ ہو سکے۔

اسی طرح آج ہمارا حال ہے کہ ہم مسائل کو تو حل کرنے پر اپنی توجہ مبدل کر رہے ہیں، لیکن یہ مسائل جن عوامل اور اسباب کی بنا پر پیدا ہوئے ہیں، اس کی طرف ہمارا ذہن نہیں جا رہا ہے۔ اس ملک میں ہمارے ان سب مسائل کا جو اس وقت ہمیں درپیش ہیں اگر شجیدگی سے تجزیہ کیا جائے تو اس کے پس پردہ صرف ایک محرک نظر آتا ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے ان کے دلوں میں موجود خدشات، شبہات اور غلط فہمیاں ہیں (تقیبہ صفحہ ۱۰)

اس وقت ہمارے ملک ہندوستان میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا خالی جاتا ہوگا جس میں کسی ادارہ یا تنظیم کی طرف سے مسلمانان ہند کے موجودہ مسائل پر کوئی تیسرا سیمینار یا مشاورتی نشست نہ ہوتی ہو، اسی طرح کوئی دن ایسا نہیں جاتا جس میں تو قیامی سطح کے اخبار میں کسی مسلمان لیڈر، عالم دین یا ایسے غیر مسلم دانشور کا انٹرویو یا شائع نہ ہوتا ہو جس کو مسلمانوں سے ہمدردی ہو اور اس کی گفتگو کا محور مسلمانوں کے موجودہ مسائل اور اس کا حل نہ ہو، ان سب کا خاصہ ہم مندرجہ ذیل مسائل کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں: ”مسلمانوں کا تعلیمی میدان میں پچھڑاپا، اقتصادی معاشی بد حالی، سرکاری ملازمتوں میں کمی، ملکی سطح پر سیاسی میدان میں کم ہونے والی نمائندگی اور پارلیمنٹ و اسمبلیوں میں ان کی گفتنی تعداد، وقفہ وقفہ سے ہونے والے فسادات اور نکلے پولس کی طرف سے ہونے والی ہراسانی، مسلم نوجوان کی آنے روز کی دھڑک چکے، بے بنیاد الزامات کے ذریعہ ان کی گرفتاری، خود گردی کی طرف سے مسلمانوں کے حق میں ہونے والی نا انصافی و غلط فیصلے اور ان کے عائلی مسائل یعنی پرسنل لاء وغیرہ میں آنے والی مداخلت وغیرہ وغیرہ۔“

ان سب مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ہم توڑی دیر کے لئے ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ان سب مسائل کے پیدا کرنے میں جن لوگوں کا ہاتھ ہے وہ ہمیشہ اس طرح وقفہ وقفہ سے ہمیں کیوں پریشان کرنا اور دینی، سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدان میں ہمیں رک پھینچنا چاہتے ہیں، اس کے کیا محرکات و اسباب ہیں اور ان کی اس ذہنیت کے پیچھے کیا عوامل کا فرما ہیں؟ کیا اگر ہم اپنی سیاسی طاقت کے زور پر یا احتجاج کے ذریعہ حکومت وقت کو مجبور کر کے اپنے جائز مطالبات مانیں، اپنی منصوبہ بندی کے ذریعہ ملت کی ان اقتصاد کی تعلیمی کیوں کو دور کر لیں، ہمیں اسمبلیوں میں اپنی آبدی کے اعتبار سے ریزرویشن یا ایکشن کے ذریعہ نمائندگی مل جائے یعنی ساڑھے پانچ سو ممبران پارلیمنٹ میں 100 مسلم ممبران پارلیمنٹ پہنچ جائیں، حکومت 20 فیصد ریزرویشن سرکاری ملازمتوں اور ملکی اداروں میں ہمارے لئے محفوظ کر دے، مسلم تعلیمی تناسب 55 فیصد کے بجائے 100 فیصد ہو جائے، مسلمان پورے ملک میں معاشی میدان میں ترقی کی آخری منزل کو پانچیں اور ہماری پسماندگی کا خاتمہ ہو جائے، پورے ملک کے جیلوں سے ہمارے مسلم نوجوان رہا ہو جائیں اور عدالتوں میں ہمارے خلاف ہونے

(تقیبہ صفحہ اول)

”جب میں نے اس کام کا آغاز کیا، اس وقت سے آج تک ہمارے رفقہ کار نے اس کام میں ہمیشہ ہماری مدد کی اور مجھے بہت سہولت پہنچائی، ابتداءً عزیز مولانا نسیم الدین رحمانی نائب قاضی شریعت نے مسودات کی تہنیت اور جواںوں کے نقل میں بہت مدد کی، مولانا مصطفیٰ مفتاحی سابق نائب قاضی شریعت مسودات کی تہنیت اور جواںوں کی تحقیق و تخریج میں معاون رہے اور پھر ہمارے عزیز مولانا انیس الرحمن قاضی معاون قاضی شریعت کی دلچسپی، لگن اس کتاب کی تکمیل اور اشاعت کا ذریعہ بن رہے، مولانا ابو بکر قاضی سلمہ نے اس کتاب کی کتابت کیا ہے، پیشہ ورکا جوں کی طرح نہیں باذوق عالم کی طرح۔ پوری فکر مند اور شوق سے۔“ (اسلامی عدالت، ص: ۱۳۲)

اسلامی عدالت کی تعریف کا یہ کام بھی حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی مولانا نور الحق رحمانی استاذ المجمع العالمی امارت شریعت نے انجام دیا، کتاب کے آنکھ پر عربی مترجم کی حیثیت سے گومولانا نور الحق رحمانی مدظلہ کا نام درج نہیں ہے، مؤلف کے طور پر حضرت قاضی صاحب کا نام درج ہے؛ لیکن اندر کے صفحہ میں صحیح و تہذیب کے حوالے سے مفتی محمد نعیم اختر مدنی اور عربی مترجم کی حیثیت سے مولانا نور الحق رحمانی کا نام درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بھی حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی پایہ تکمیل کو پہنچا، نظام القضاء والا اسلامی کے کلمۃ عن الکتاب میں حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں۔

”و اری من الواجب ان اتقدم بالشکر الجزیل لكل من ساعدنی فی تالیف هذا الكتاب لا سيما للاخ الکریم نور الحق الرحمانی الذی قام بترجمة هذا الكتاب الی لغة القرآن و اشکر الاخ المغتبی المقبری فہیم اختر الندوی الذی قام بتصحیح و تہذیب البحوث لانجاز هذا الكتاب و طبعہ“ (ص: ۱۵)

قاضی صاحب کی زیر نگرانی کیا جاتا والا ایک علمی کام ”مسلسلہ آثار سجاد“ کی کتابیں بھی ہیں، ان میں سے کئی خود حضرت کی جمع و تحقیق و ترتیب کے بعد شائع ہوئی ہے، جیسے حکومت الہی، خطبہ صدارت وغیرہ؛ لیکن زیادہ تر کتابوں کی جمع و ترتیب کام حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی جناب حنان اللہ ندیم صاحب مرحوم نے انجام دیا تھا، جب کہ ان کی صحیح و تقدیم کام خود حضرت مولانا مجاہد اسلام قاضی نے کیا تھا، ان میں قانونی مسودے، مقالات و سجاد وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

قاضی صاحب کی زیر نگرانی انجام پانے والے بڑے علمی کاموں میں ”الموسوعۃ الفقہیہ کویتیہ“ کا اردو ترجمہ ہے، ترجمہ کا یہ کام حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی انجام پڑا ہے، مولانا ناصر زبیر ندوی لکھتے ہیں: ”ترجمہ کو معیاری اور یکساں بنانے کیلئے قاضی صاحب کی طرف سے ایک ہدایت نامہ تمام مترجمین کو بھیجا گیا، اس ہدایت نامہ کو دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ قاضی صاحب خود اس عمل سے گزرے ہوں اور فن ترجمہ میں سالہا سال کا تجربہ رکھتے ہوں، یہ ہدایت نامہ مدرسوں پر مشتمل ہے، جو ترجمہ سے متعلق تمام امور پر حاوی ہے۔ کچھ مترجمین کے تراجم دیکھنے کے بعد قاضی صاحب نے محسوس کیا کہ کچھ اور ہدایات دینے کی ضرورت ہے، چنانچہ پھر پانچ مشقوں پر مشتمل دوسرا ہدایت نامہ جاری کیا گیا، جو تراجم کو نکھارنے میں مزید معاون بنا (حضرت مولانا قاضی مجاہد اسلام صفحہ ۶۷) ترجمہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد اس پر نظر نہائی کا مشکل کام خود قاضی صاحب کی نگرانی میں ہوا، قاضی صاحب نے خود دو جلدوں پر نظر نہائی کا کام کیا، لیکن بیکاری کی وجہ سے مختلف مقامات پر علامہ کرام کے ذمہ کر دیا، جواں کی نگرانی میں ان کی وفات تک جاری رہا، کویت کی وزارت اوقاف نے کئی جلدیں شائع کر دی ہیں، یہ تقریباً ملاحظہ کیا ہے۔“

قاضی صاحب کی اصل پیچان کا رقصہ، شعی، دار القضاء کے نظام کو پورے ہندوستان میں متعارف کرانے اور اسے منظم کرنے کے لئے آپ نے جو مثالی جدوجہد کی وہ تاریخ کا حصہ ہے، فی ن آپ پر اس قدر غالب ہو گیا تھا کہ پورے ہندوستان میں جب کوئی قاضی صاحب کہتا تو ذہن صرف اور صرف آپ کی طرف ہی منتقل ہوتا تھا، حضرت کے قاضی بننے سے قبل امارت شریعت میں تربیت قضاء کا کوئی باضابطہ نظام نہیں تھا، قاضی صاحب نے اسے منظم کرنے کے لئے تربیت قضاء کا ایک سالہ کورس تیار کیا اور اپنی نگرانی میں امارت شریعت پھولواڑی شریف اور مجلس علماء ہاری کے زیر اہتمام پھولواڑی شریف اور رانم ہاری تامل ناڈو میں قضاء کی تربیت کا کیمپ لگوا دیا، جس کے نتیجے میں نامور قضاة اس ملک کو حاصل ہوئے۔ اس سلسلے کو مزید مستحکم کرنے کے لئے المجمع العالمی للحدیث و القضاء والا افتاء قائم کیا، جو اس وقت اپنی ترقی کا برصغیر میں واحد ادارہ تھا، گواہ اس سچ پر کہی ادارے ہندوستان میں قائم ہو گئے ہیں، قاضی صاحب کی زیر نگرانی اس ادارہ کا نصاب تیار ہوا، جو جو ایک بڑا علمی کام ہے، یہ کام حضرت قاضی صاحب نے حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کے حوالہ کیا، مولانا خالد سیف اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”قاضی صاحب کا حکم ہوا کہ حیدرآباد کا پورا نصاب بناؤ اور جو مضامین شامل ہوں، ان کے بارے میں شروع میں ایک وضاحتی تبدیلی بھی ہونی چاہئے، اسی طرح محاضرات کے عنوان ہونے چاہئے،“ (تقیبہ صفحہ ۶۹)

چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے یہ نصاب تیار کیا اور حضرت قاضی صاحب نے بڑی حد تک نصاب، تہذیب اور محاضرات کے عنوان وین سے اتفاق کیا، بعض جزوی تبدیلیوں کے لئے مولانا کوٹوں کیا، بعد میں ملک کے مشاہیر علماء و ارباب افتاء کے مشورہ سے یہ نصاب حضرت قاضی صاحب کی نگرانی اور رہنمائی میں مکمل ہوا، آج بھی مسجد میں یہی نصاب جاری ہے۔

اسی طرح مدارس اسلامیہ کے معیار تعلیم کو بلند کرنے، نظام تعلیم، نصاب تعلیم اور نظام امتحان میں یکسانیت لانے کے لئے فافق المدارس الاسلامیہ قائم کیا اور اس کے لئے علماء کی ایک کئی تشکیل دی، دارالعلوم کو بوند کے نچ پر دارالعلوم الاسلامیہ قائم فرمایا اور اس کیلئے نصابی کئی بنائی اور حضرت قاضی صاحب کی نگرانی میں یہ علمی کام وقوع پڑا ہے، جنہوں نے فافق کا نصاب مرتب کیا، حضرت نے اس پر نظر ثانی فرمائی، وفاق فافق کا نظام آج بھی حضرت کے مرتب کردہ اصول و دستور اور نظام کے ساتھ جاری ہے، اس وقت وفاق سے دو سو پندرہ مدارس ملحق ہیں، جن کے امتحانات وفاق کے ذریعہ انجام پڑ رہے ہوں، سال میں کم از کم مدارس کا ایک بار وفاق کے ذریعہ تعلیمی جائزہ بھی ہوتا ہے، امارت شریعت کا یہ شعبہ ہوساکنی ایکٹ کے تحت چلتا ہے، باضابطہ کئی عمومی ذمہ داروں کا انتخاب کرتی ہے، ۲۰۰۸ء سے اس کی نظامت کی ذمہ داری بریٹیاٹ میں میرے سر ڈال دی جاتی ہے، ابھی اس کے صدر امیر شریعت حضرت مولانا احمد علی فیصل رحمانی ہیں۔

بحث و نظر کی اشاعت بھی قاضی صاحب، اعلیٰ علم کا کام ہے جس کے مدبر وہ خود تھے؛ لیکن معاون مدبر کی حیثیت سے قاضی صاحب کی نگرانی میں مولانا انیس الرحمن قاضی انجام دیا کرتے تھے، رسالہ کی ترتیب کے بعد نظر نہائی قاضی صاحب خود ہی فرماتے تھے، اس رسالہ نے اپنے مضامین و مقالات کا ایک ایسا معیار قائم کیا تھا جس کی میناس میں کئی مضمون اور مقالہ کا چھپ جانا اس کے معیاری ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا، شخصیات پر اس رسالہ میں زیادہ تر مفتی نسیم قاضی لکھا کرتے تھے، بعض دفعہ مضمون بھی شخصیات کے حوالے سے شائع ہو جاتا تھا، شیخ سراج ہندی، علامہ ظہیر احسن شوق نبوی، شیخ صفی الدین ہندی یا یاد تاجے کہ میرے مضامین اس رسالہ میں شائع ہو کر مقبول ہوتے تھے۔ اس قسم کے اور بھی بہت سارے علمی کام ہیں جو حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی انجام پڑ رہے ہوں، یہ بیہنا میں پڑے ہیں، کئی مضامین شائع ہوئے، کیوں کہ تفسیل کی نہ یہ نجاش ہے اور نہ موقع۔

# مسلمانوں نے ملک کو کیا دیا؟

محمد ثاقب خان

تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے برصغیر کو ثقافتی اور علمی مرکز کے طور پر بھی ابھارا۔

مسلمانوں کے فن تعمیر نے برصغیر کی تہذیب و ثقافت کو نئی جہتیں عطا کیں اور دنیا کو ایران کر دیا۔ یہ فن نہ صرف ظاہری خوبصورتی کا مظہر ہے بلکہ ان میں گہری فکری اور روحانی بنیاد بھی شامل ہیں۔ تاج محل جیسی عمارت، جو محبت کی علامت کے طور پر دنیا بھر میں مشہور ہے، صرف ایک شاہ کا نہیں بلکہ انجینئرنگ کی مہارت اور جمالیاتی حسن کا نمونہ ہے۔ سنگ مرمر پر کی جانے والی باریک نقش و نگاری، خوبصورت محرابیں، اور گنبد کے پیچیدہ ڈیزائن ایسی کئی فنی بصیرت کی عکاسی کرتے ہیں جو ہر دور کے فنکاروں کے لیے مشعل راہ بنے۔ جامع مسجدیں، جن کا حجم اور تعمیراتی شان و شوکت بے مثال ہے، نہ صرف عبادت گاہ ہیں بلکہ مسلمانوں کی ثقافتی مرکزیت کا اظہار بھی کرتی تھیں۔ قطب مینار جیسی عمارتیں اس وقت کی تعمیراتی جدت اور انجینئرنگ کے اعلیٰ معیار کو ظاہر کرتی ہیں، جن میں نہایت باریکی سے کی جانے والی خطاطی اور نقوش نے عمارت کو زندہ تخلیق میں بدل دیا۔ مغل حکمرانوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ہر عمارت میں انفرادیت اور شان نظر آئے، خواہ وہ لال قلعہ یا فتح پور بیکری۔

فن تعمیر کے اس ارتقا میں تعمیراتی مواد کے چناؤ، ڈیزائن کے اصول اور مختلف تہذیبوں کے رنگوں کو ایسے انداز میں شامل کیا گیا کہ یہ عمارتیں صدیوں بعد بھی اپنی اصل خوبصورتی کے ساتھ قائم ہیں۔ مسلمان معماروں نے نہ صرف اپنے دور کے لیے تعمیرات کیں بلکہ وہ ایسی نشانیوں چھوڑ گئے جو تاریخ کے ہر طالب علم کو یہ احساس دلاتی ہیں کہ فن کی معراج کیا ہوتی ہے۔ ان تعمیرات نے نہ صرف برصغیر کو ایک عالمی ثقافتی مرکز بنایا بلکہ ان کے معماروں کو بھی متاثر کیا، جنہوں نے ان کے اصولوں کو اپنی تخلیقات میں شامل کیا۔ یہ فن تعمیر صرف ایک ماضی کا نہیں بلکہ ایک تحریک ہے جو آئے والے وقتوں میں بھی زندہ رہے گی۔ مسلمان حکمرانوں کی پالیسیوں میں انسان دوستی اور سماجی خدمات کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنی حکمرانی کے دوران اس بات کو یقینی بنایا کہ معاشرے کے تمام طبقات کے درمیان ہم آہنگی اور مساوات قائم رہے۔ ان کی طرز حکمرانی میں یہ بات نمایاں تھی کہ ہر فرد کو اس کا حق دیا جائے، چاہے وہ کبھی مذہب، فرقے یا ذات سے تعلق رکھتا ہو۔ عوامی فلاح و بہبود کے لیے اوقاف کے نظام کو فروغ دیا گیا۔ جہاں غریبوں، مسافروں، اور بے سہارا افراد کے لیے امداد کا انتظام کیا جاتا تھا۔

علاوہ ازیں، انہوں نے انصاف کے قیام پر خاص توجہ دی۔ شاہی عداوتوں میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم رعایا بھی بلا خوف اپنے مسائل پیش کر سکتی تھی اور انصاف حاصل کر سکتی تھی۔ یہ ایک ایسا نظام تھا جہاں ہر طبقے کے لیے برابری کے مواقع موجود تھے۔ اگر، جہاں گھبراہٹ اور تلنگریب جیسے حکمرانوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ان کے فیصلے عدل و انصاف پر مبنی ہوں اور کسی قسم کی تعصب یا انصافی کی گنجائش نہ ہو۔ مسلمانوں نے نہ صرف معاشرتی نظام میں ہم آہنگی پیدا کی بلکہ مختلف ثقافتوں کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کا بہتر نمونہ دکھایا۔ انہوں نے ہندوؤں، سکھوں، اور دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری کی مثالیں قائم کیں، جن کا مقصد ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا تھا جو اختلافات کے باوجود متحد ہو۔ اگر کا مذہبی رواداری کا تصور اور کھلی کی پالیسی اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے سماجی اتحاد اور بھائی چارے کو ہمیشہ ترجیح دی۔ مسلمان حکمرانوں کی عوام دوست پالیسیوں کا ایک اور پھول پھوٹا کہ انہوں نے مختلف برادریوں کے رسم و رواج اور مذہبی آزادی کو مکمل تحفظ فراہم کیا۔ مندروں، گرو داروں اور دیگر مذہبی مقامات کی دیکھ بھال کے لیے حکومتی امداد فراہم کی گئی تاکہ کوئی بھی طبقہ خود کو محروم نہ سمجھے۔ یہ وہ عوامل تھے جنہوں نے نہ صرف سماجی ڈھانچے کو مضبوط کیا بلکہ ایسے معاشرے کی بنیاد ڈالی جو آج بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اردو زبان کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار بے مثال رہا ہے۔ یہ زبان نہ صرف ان کی ثقافتی شناخت کا حصہ بنی بلکہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگوں کو ایک ساتھ جوڑنے کا ذریعہ بھی ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ اردو زبان کو ایک وسیع اور جامع حیثیت دی۔ اس زبان نے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص مقام پیدا کیا اور اس کا ادب ایک عالمی ورثہ بن گیا۔ اردو کی بنیاد فارسی، عربی اور مقامی زبانوں کے امتزاج پر رکھی گئی، جس نے اسے ایک منفرد اور خوبصورت زبان بنایا۔

مسلمانوں نے برصغیر کی تاریخ میں اپنے لازوال کردار سے نہ صرف علم، ثقافت، اور تہذیب کا لوہا منوایا بلکہ اس خطے کو علم و حکمت، سماجی ترقی، اور فنون لطیفہ کے انمول تحفے دیے۔ مسلمانوں نے برصغیر میں قدم رکھتے ہی علم و حکمت کے میدان میں ایک نئی تاریخ رقم کی۔ اسلامی تہذیب ہمیشہ سے علم کی بنیاد پر کھڑی تھی اور سب روایت برصغیر میں بھی جاری رہی۔ مسلمانوں نے یہاں مدارس اور تعلیمی ادارے قائم کیے جو نہ صرف دینی علوم بلکہ دنیاوی تعلیم کے مراکز بھی بنے۔ ان مدارس میں قرآن و حدیث کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ریاضی، فلکیات، فلسفہ، ادب اور طب کے شعبے بھی شامل تھے۔ محمد بن قاسم کے دور سے شروع ہونے والی علمی سرگرمیاں مغل حکمرانوں کے دور میں اپنی عروج پر پہنچیں۔ دہلی، آگرہ اور فتح پور بیکری جیسے شہروں میں علم کے چراغ روشن کیے گئے۔

مسلمان حکمرانوں نے لائبریریوں کی تعمیر پر خاص توجہ دی تاکہ علم کے خزانے عام لوگوں تک پہنچ سکیں۔ مغل دور میں دہلی، حیدرآباد اور کھنؤ کی لائبریریاں علم و تحقیق کا مرکز بن گئیں، جہاں دنیا کے نایاب ترین نسخے محفوظ کیے گئے تھے، ان لائبریریوں میں طب، فلکیات، ریاضی اور تاریخ کے میدان میں کبھی گئی کتب موجود تھیں جو طالب علموں اور محققین کے لیے قیمتی سرمایہ تھیں، تحقیق اور سائنس کے میدان میں بھی مسلمانوں نے برصغیر کو ایک نئی سمت دی، طب کے میدان میں یونانی طب کو فروغ دیا گیا اور کئی ہسپتال قائم کیے گئے، جہاں جدید طریقوں سے علاج کیا جاتا تھا، ریاضی اور فلکیات کے شعبوں میں مسلمان سائنسدانوں جیسے الخوارزمی اور ابن سینا کی نظریات کا پونا یا گیا اور ان کی تعلیمات سے نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا بھر نے استفادہ کیا۔

ثقافتوں نے بھی علم کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ صرف روحانی مراکز نہیں تھے؛ بلکہ علمی حلقوں کے طور پر بھی مشہور ہیں، جہاں اخلاقیات، مذہبی تعلیم اور دنیاوی علوم کا درس دیا جاتا ہے، خواجہ معین الدین چشتی اور نظام الدین اولیاء جیسے صوفیائے لوگوں کو تعلیم کی اہت سے آگاہ کیا اور ایک ایسا سماجی نظام تشکیل دیا جہاں علم کو اولین حیثیت حاصل تھی۔ مسلمان حکمرانوں کا ماننا تھا کہ تعلیم ہر فرد کا حق ہے اور معاشرے کی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے برصغیر میں ایک ایسا تعلیمی نظام قائم کیا جس نے صدیوں تک اس خطے کو علمی دنیا میں ممتاز رکھا۔ مسلمانوں کا یہ ورثہ آج بھی اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ علم ہی وہ طاقت ہے جو نہ صرف قوموں کو فروغ دیتی ہے بلکہ ان کی بنیادوں کو ہمیشہ کے لیے مضبوط کر دیتی ہے۔

مسلمانوں نے برصغیر کی معاشی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کیا جس کی بنیاد ان کی منظم حکمت عملی اور دانشمندانہ اقدامات پر تھی۔ زرعی شعبے میں انقلابی اصلاحات متعارف کرائی گئیں جن سے زراعت نہ صرف خود کفیل ہوئی بلکہ برآمدات کا ایک اہم ذریعہ بھی بنی۔ ان اصلاحات میں زمین کی تقسیم، کسانوں کو سہولتوں کی فراہمی اور زرعی نظام کی تعمیر شامل تھیں، جس نے پانی کی ترسیل کو ممکن بنایا اور زرعی کو بڑھایا۔ تجارت اور صنعت کے فروغ کے لیے بھی خاص اقدامات کیے گئے۔ مغل دور میں برصغیر دنیا بھر میں اپنی منفرد مصنوعات کے لیے مشہور ہوا۔ ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑے، خاص طور پر بنارس اور شیر کے شال اور ریشمی کپڑے، عالمی منڈیوں میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کرتے تھے۔ مسلمانوں نے تجارتی راستوں کو محفوظ اور موثر بنایا تاکہ تاجر بلا خوف و خطر اپنے کاروبار کو فروغ دے سکیں، بندرگاہوں کی تعمیر اور بحری راستوں کی ترقی سے بین الاقوامی تجارت کو فروغ ملا، جس کے نتیجے میں نہ صرف دولت میں اضافہ ہوا بلکہ ثقافتی اور علمی تبادلہ بھی ممکن ہوا۔

کاروباری مراکز اور بازاروں کے قیام سے معیشت کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔ یہ بازار نہ صرف تجارتی سرگرمیوں کا مرکز بنے بلکہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگوں کے لیے میل جول کا مقام بھی تھا۔ اس طرح معاشی ترقی کے ساتھ سماجی ہم آہنگی کو بھی فروغ دیا گیا۔ مسلمان حکمرانوں نے مقامی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جس کی وجہ سے مقامی فنکاروں اور کارگروں کو عالمی سطح پر پہچان ملی۔ یہ حکمت عملی صرف عیش و عشرت کی حد تک محدود نہیں تھی بلکہ عوام کی بہبود پر بھی مرکوز تھی۔ مصلحتوں کے نظام کو منظر کر کے اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ عوام پر بوجھ سے کم ہو اور ریاست کے خزانے میں اضافہ ہوتا تاکہ ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ اس مضبوط معیشت کا اثر صرف مالی استحکام

**بقیہ: دعوتی فریضہ کی ادائیگی**..... اگر اس پر ہم تنہا سیدھی سے توجہ دیں اور ایک کامیاب حکیم کی طرح اصل مرض کی تشخیص کرتے ہوئے اس کے ازالہ کی کوشش کریں تو سرے سے ہمارے ان سب مسائل ہی کا خاتمہ ہو جائے، اس لئے کہ عالمی سطح پر اس وقت ناگفتہ بہ حالات کے باوجود دعوتی اعتبار سے دیگر خطوں بلکہ اکثر مسلم ملک کے مقابلہ میں ہندوستان کے حالات غمگین ہیں جس کی ہمیں قدر کرنی چاہئے اور دعوتی نقطہ نظر سے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے، اس لئے کہ اب بھی الحمد للہ برادران وطن کی اکثریت اسلام کے تعلق سے بدن ہونے سے محفوظ ہے اور ہماری تھوڑی سی کوشش سے ہی اسلام کی حق میں اس کے اچھے شرعاتی ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ ہمیں جسم کی مختلف ظاہری بیماریوں کا علاج کرنے کے بجائے بدن میں چھپتے والے اس مرض کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہئے جس کی وجہ سے آئے دن نئے نئے امراض کی طرح امت مسلمہ کے سامنے اس طرح کے مسائل آ رہے ہیں، ہمیں حکمت عملی، خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ اپنے برادران وطن تک اس دعوت کو پہنچانا چاہئے جس میں خود ان کی ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی مضمر ہے، جدید تر ترقیاتی روشنی میں اسلام کی حقانیت و ابدیت کو ثابت کرنا اس وقت جتنا آسان ہے ماضی کی تاریخ میں کبھی اتنا آسان نہیں تھا، اسی طرح ہمیں دعوت کے میدان میں جدید وسائل و اسباب کا بھی شرمیل استعمال کرنا چاہئے اور اپنے ان برادران تک بھی توجید و رسالت اور آخرت کے دلائل پہنچانے چاہئے جو کسی وجہ سے وہ ہمارے پاس نہیں آ رہے ہیں اور خاص حالات کی وجہ سے ہم بھی ان تک نہیں پہنچ رہے ہیں، آپ کہیں گے کہ مذہم ان کے پاس جاسکتے ہیں اور وہ ہمارے پاس آ رہے ہیں پھر ان تک اپنی بات پہنچانے کا کوئی خاطر بقیدہ ہوتا ہے، ہم نے اعزاز دے کر اپنا پیغام سنانے کے لئے اپنے جلسوں میں ان کو مدعو کیا، وہ نہیں آئے، ہم نے ان تک قرآن پہنچانا چاہا، انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا، ہم نے پیغام حق ان کو سنانا چاہا وہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوئے لیکن آپ کے ان سب دلائل کے باوجود ہمیں اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں ہم ان کے پاس گئے بغیر بھی ان تک اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں، ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی اسلام کی حقانیت ان کی نظروں سے گزرا سکتے ہیں اور غیر محسوس طریقہ پر بھی اللہ کا پیغام ان کو سننے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، مثلاً ایک نئی جگہ ہم دکان لگاتے ہیں کیا دکان کے نہ چلنے پر دو تین ماہ کے اندر ہی اپنی دکان بند کر دیتے ہیں؟ نہیں بلکہ ہم واقعی اگر تیار ہیں تو پہلے مرحلے میں یہ سوچتے ہیں کہ کمنگن کا سانس نافل ہے، اس کو تہ میل کیا جاتا ہے، پھر بھی فائدہ نہیں ہوتا تو سوچتے ہیں شاید دکان کا باہری منظر اور اندر کا فریجنگ کا بول کو ترقیب دلانے میں ناکام ہے، اس کو بھی تبدیل کرتے ہیں، پھر بھی گا بک نہیں آتے تو دکان کا آئیٹم یعنی سامان ہی بدل دیتے ہیں، سال بھر کی کوششوں کے باوجود بھی جب مثبت اثرات نظر نہیں آتے تو دکان ہی کو اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتے ہیں، ان سب کوششوں کا بھی جب اثر نظر نہیں آتا تو جدید اور نئے شعبے کے اسباب اختیار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن وہ آجاتا ہے کہ رزاق حقیقی آپ کے صبر و تحمل سے خوش ہو کر کاروبار میں آتی ترقی سے نوازتے ہیں کہ آپ خود ہجرت میں رہ جاتے ہیں۔

لیکن افسوس ہمارا یہی دماغ و تجارتی نیت سے نئے تجربات کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے دعوت کے میدان میں پرانے تجربات کے علاوہ کچھ نئے تجربات اور حکمت کے ساتھ اس میدان میں کچھ نئے اسباب کو اختیار کرنے سے متعلق سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا، اگر تجارتی کی طرح ہمارا دل و دماغ بھی دعوت کے میدان میں استعمال ہونے لگے تو چند ہی سالوں میں ہمارے اس ملک کی جو فضا ہوگی وہ تصور سے زیادہ مسرت انگیز ہوگی، اپنے اس دعوتی فریضہ کی ادائیگی کے بغیر ہمیں اس ملک میں اپنے برادران وطن کی طرف سے اپنے اوپر ہونے والے ناگہانی مظالم کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کی امید نہیں رکھنی چاہئے اس لئے کہ انسانوں کی نظروں میں تو وہ ظالم اور مظلوم ہیں لیکن ان تک اسلام کی دعوت اور توجید کا پیغام نہ پہنچانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس وہ مظلوم اور مظلوم ظالم ہیں اور اس دعوتی فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کی تلافی کے بغیر ہم اللہ رب العزت کی مدد کے مستحق نہیں بن سکتے۔





جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے ناصر  
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں  
(ناصر کاظمی)

## عدل و انصاف کا تقاضہ

مولانا عمیر کوٹلی ندوی

کہا کہ لفظ سوشلزم ہندوستانی تناظر میں ایک منتخب حکومت اور عوام کی پسند کے دیگر لوگوں کی اقتصادی پالیسیوں کو ایک مقررہ وقت پر محدود کرنے سے تعبیر نہیں کیا جانا چاہیے۔ سوشلزم ریاست کے فلاحی ریاست ہونے کے عزم اور مواقع کی برابری کو یقینی بنانے کے عزم کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ معاشی اور سماجی اہداف کی عکاسی کرتا ہے، ترقی اور نجی کاروباری اور تجارت کے حق پر پابندی نہیں لگاتا۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں کئی تاریخی فیصلوں کا بھی حوالہ دیا جن میں سیکولرازم کو آئین اور دستور کے تمہید کا لازمی حصہ سمجھا گیا تھا۔ ان میں کیشو انند بھارتی بنام ریاست کیرالہ اور ایس آر بومانی بنام یونین آف انڈیا شامل ہیں جہاں عدالت نے کہا کہ سیکولرازم آئین کی بنیادی خصوصیت ہے۔ دراصل سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی نے 1976ء میں 42 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ دیا چاہے میں سیکولر اور سوشلسٹ جیسی اصطلاحات کا اضافہ کیا تھا جس کے بعد ہندوستان کے دیا چاہے میں ملک کو خود مختار، سوشلسٹ، سیکولر اور جمہوری قرار دیا گیا۔

سپریم کورٹ کے فیصلہ کے دور رس اثرات مرتب ہوں گے لیکن اس کی اہمیت اس پہلو سے بھی کافی بڑھ جاتی ہے کہ حکومت نے یوم آئین کے 75 برس مکمل ہونے پر پورے سال جشن منانے اور اس تعلق سے تقریبات منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مرکزی ثقافتی سکریٹری ارونیش چاول نے حال ہی میں کہا تھا کہ منگل (26 نومبر) کو سنو سینڈھان دیوں، 75 سال مکمل ہو رہے ہیں، اس لیے سال بھر تقریبات منعقد کی جائیں گی، اس میں ملک گیر سطح پر تمام شہروں، گاؤں و دیہاتوں، اسکول و کالجوں میں پروگراموں کے انعقاد کی باتیں بھی شامل ہیں۔ پارلیمان امور کے وزیر کرن رنجو نے کہا تھا کہ یہ صرف ہندوستان کی پارلیمنٹ کا جشن نہیں ہے، ایک طرح سے ہم ہندوستان کے آئین کا احترام کر رہے ہیں اور اس کی باتوں کو ملک کے لوگوں کے سامنے لارہے ہیں، ہم آئین بنانے والوں کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس جشن کے تعلق سے اس یقین کا اظہار کیا تھا کہ اس میں پارٹی پر مبنی سیاست نہیں ہوگی۔ لیکن خود حکومت کا طرز عمل پارٹی پر مبنی سیاست کے تعلق سے اٹھنے والے سوالات سے محفوظ نہیں رہ سکا، سوالات اٹھے، قائم ہوئے اور وزیر اعظم کے پارلیمنٹ سے خطاب نہ کرنے سے لے کر بہت سے پہلوؤں پر سوالات ہوئے۔ ایک عرصہ سے اس باب اقتدار اور حکمران طبقہ کی طرف سے آئین کے تعلق سے کی جانے والی باتوں اور اختیار کے جانے والے طرز عمل، قانون سے بے توجہی، رگرڈنسی، پامالی سے ہوتے ہوئے بات کے آئین کی تبدیلی تک پہنچ جانے پر سوالات اٹھتے رہے ہیں۔ لیکن باعوم ان کا جواب دینے کی جگہ جو رو یہ اور طرز عمل سامنے آتا ہے وہ مزید سوالات قائم کر جاتا ہے۔ اب تو میڈیا اور عدلیہ سے وابستہ اہم ترین شخصیات کے یہ کہنے پر بھی سوالات اٹھنے لگے ہیں کہ میڈیا اور عدلیہ اپوزیشن کا کردار ادا نہیں کرے گی۔

15 مارچ 1947ء کو موجود مذہبی عبادت گاہوں کی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے ان سے کسی طرح سے چھینٹ چھڑا نہ کرنے سے متعلق بنائے گئے قانون دی جیل آف ورشپ (ایڈیشنل پروویشن) ایکٹ 1991ء کی سرعام مسلسل خلاف ورزی اور موثر و متعلقہ اداروں کی اس پر خاموشی بھی سوالات کے دائرے میں ہے۔ اس خاموشی کی وجہ سے آج ملک میں فرقہ واریت پھیل چھول رہی ہے، امن عامہ خطرے میں ہے اور لوگوں کی جان و مال کے نقصانات پر نقصانات ہو رہے ہیں لیکن اس کھلی ہوئی لاقانونیت، قانون کی خلاف ورزی و پامالی پر کوئی آواز بلند نہیں ہوتی۔ سنو سینڈھان دیوں کے نام سے سال بھر منائے جانے والے جشن کے دوران اس تعلق سے بھی باتیں ہوں گی، امید ہے کہ عدلیہ بھی اس پر توجہ دے گی اور ملک میں عدل و انصاف کے قیام میں اہم کردار ادا کرے گی۔ بہر کیف سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلہ سے عدل و انصاف سے فرار پر کارہی ضرب لگنے کا امکان ظاہر ہو رہا ہے اور یہ بذات خود بہت اہم بات ہے۔

آئین ہند کی 75 ویں سالگرہ پہلے قومی یوم آئین (نیشنل لاء ڈے) کے نام سے منائی جاتی تھی، 26 نومبر 2015ء سے اس دن کو سنو سینڈھان دیوں کے نام سے منایا جانے لگا۔ اسل اس سے عین ایک روز قبل 25 نومبر 2024ء کو ملک کی سپریم کورٹ کے ذریعہ سنایا گیا فیصلہ مستقبل میں ملک کی 'دشا' اور 'دشا' کو صحیح سمت میں قائم رکھنے میں اہم ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ حالیہ برسوں میں ملک کے مزاج، فکری روایات، اقدار، عادات و اطوار پر منفی اثرات پڑے ہیں، یہ فیصلہ ان کو زائل کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرے گا۔ ایک مخصوص فکر و نظر یہ اور ایک خاص سیاسی حلقہ سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے عدالت سے رجوع کرتے ہوئے آئین کے دیا چاہے سے 'سیکولر اور سوشلسٹ' لفظ بنانے کا مطالبہ کیا تھا۔ راجیہ سبھا کے سابق رکن پارلیمنٹ اور بی جے پی لیڈر سرانیم سوامی، ایڈووکیٹ اشونی پادھیانے اور بھرام سنگھ کی طرف سے دائر کردہ درخواستوں پر سپریم کورٹ نے 22 نومبر 2024ء کو اپنا فیصلہ محفوظ کرتے ہوئے واضح کر دیا تھا کہ سیکولرازم آئین کی بنیادی ڈھانچے کا حصہ ہے۔

چیف جسٹس نیجھوڈنے کہا تھا کہ 42 ویں ترمیم کا سپریم کورٹ پہلے بھی جائزہ لے چکی ہے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پارلیمنٹ نے جو کچھ بھی کیا وہ بے معنی تھا۔ چیف جسٹس کھنہ نے مزید کہا تھا کہ ہم ہندوستان میں سوشلزم کو جس طرح سمجھتے ہیں وہ دوسرے ممالک سے بہت مختلف ہے۔ ہمارے تناظر میں سوشلزم کا بنیادی طور پر مطلب فلاحی ریاست ہے۔ اس نے کبھی بھی شیعہ کو نہیں روکا ہے جو اچھی طرح سے پھل پھول رہا ہے۔ ہم سب کو ہی اس سے فائدہ ہوا ہے۔ سوشلزم لفظ کا استعمال ایک مختلف سیاق و سباق میں کیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ریاست ایک فلاحی ریاست ہے اور اسے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کھڑا ہونا چاہیے اور مواقع کی مساوات فراہم کی جانی چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی چیف جسٹس نیجھوڈنے اور جسٹس پی وی شیوکار کی بیٹج نے 25 نومبر کو اس معاملہ میں فیصلہ سنانے کی بات کہی تھی۔ اس سے قبل گزشتہ ماہ ایس کیس کی سماعت کرتے ہوئے بھی سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ سیکولرازم آئین کی بنیادی خصوصیت ہے اور ہندوستانی آئین کے دیا چاہے میں شامل لفظ 'سوشلسٹ' اور 'سیکولر' کو مغربی نقطہ نظر سے نہیں دیکھا جانا چاہیے۔

سپریم کورٹ کے مذکورہ ریمارکس اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کافی تھے کہ فیصلہ کارخ کیا ہوگا اور وہی ہوا۔ آئین کے دیا چاہے سے لفظ 'سیکولر اور سوشلسٹ' پٹانے کا مطالبہ کرنے والی درخواستیں مسترد کر دی گئیں۔ عدالت عظمیٰ نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ 1976ء میں کی گئی دیا چاہے میں ترمیم سے قبل آئین کی تمہید اپنی اصل شکل میں بھی سیکولر اخلاقیات کی عکاسی کرتی ہے۔ عدالت نے آئین کے دیا چاہے میں درج مساوات، مواقع، بھائی چارہ اور انفرادی و قار کو یقینی بنانے سمیت سماجی، معاشی، سیاسی انصاف اور اظہار رائے، سوچ، عقیدہ اور عبادت کی آزادی کا حوالہ دیا۔ عدالت نے کہا کہ اگرچہ 1949ء میں آئین کو اختیار کرتے وقت سیکولر کی اصطلاح کو معروضی طور پر بیان نہیں کیا گیا تھا لیکن مذکورہ سب باتیں آئین کے سیکولر ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح عدالت نے آئین کی متعدد دفعات جیسے 14، 15 اور 16 میں بنیادی حقوق کی ضمانت کا بھی حوالہ دیا۔ عدالت نے کہا کہ اس سے بھی آئین کے سیکولر ہونے کی تشریح ہوتی ہے جو مذہبی بنیادوں پر شہریوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی ممانعت کرتے ہیں جبکہ قانون کے مساوی تحفظ اور سرکاری ملازمت میں مساوی مواقع کی ضمانت دیتے ہیں۔

اسی طرح دفعہ 25، 26، 29، 30 اور 44 میں بھی اسی بنیادی نقطہ کی موجودگی کی عدالت نے بات کہی۔ عدالت نے اس بات کو بھی تسلیم کیا کہ دفعہ 25 تمام افراد کو ضمیر کی مساوی آزادی، آزادی کے ساتھ مذہب پر عمل، مذہب کی تبلیغ کی آزادی دیتا ہے جو امن عامہ، اخلاقیات، صحت، دیگر بنیادی حقوق کے ساتھ مشروط ہے۔ عدالت نے مزید کہا کہ ریاست کی سیکولر نوعیت اس وسیع تر عوامی مفاد یا مساوات کے حق میں لاحق رکاوٹ کو دور کرنے کیلئے مذہب سے اغذ کرنے میں مانع نہیں ہے۔ عدالت نے یہ بھی

THE NAQUEEB



☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یاد دے گئے کیوں کہ آئین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج اور نمبر پر خبر کر دیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسماعیل کاظمی منجریقیہ)  
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233  
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ [www.imaratsariah.com](http://www.imaratsariah.com) پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔  
WEEK ENDING- 16/12/2024, Fax : 0612-2555280, Phone: 2555351, 2555014, 2555668, E-mail: [naqueeb.imarati@gmail.com](mailto:naqueeb.imarati@gmail.com)



نقیب قیمت فی شمارہ - 81 روپے ششماہی - 250 روپے سالانہ - 400 روپے